# فساد و بدامنی کا انسداد۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں

تحریر: ڈاکٹر حافظ محمود اختر'
ایسوسی ایٹ پروفیسر' پنجاب یونیورسٹی' لاہور

بدامنی اور فساد خاندانوں' معاشروں اور ممالک کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ فساد کی صورت میں معاشرتی' معاشی اور سیاسی امن درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بدامنی کی فضا میں علوم و فنون کی ترقی رک جاتی ہے۔ صنعتی ترقی کیلئے فضا سازگار نہیں رہتی۔ بلند تر اقدار پنپ نہیں سکتیں۔ معاشرے کا ہر فرد مستقل طور پر خوف و ہراس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر افراد معاشرہ زیادہ دیر تک خوف و ہراس کی کیفیت میں مبتلا رہیں تو ان کی صلاحیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ افراد نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ علوم و فنون کی ترقی مطلوب ہو یا صنعتی ترقی کا پروگرام ہو' سب کچھ صرف پرامن فضا میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ فساد اور بدامنی کی فضا میں تو کوئی شخص رہنا بھی گوارہ نہیں کرتا۔ لوگ فساد زدہ علاقوں سے نقل مکانی کر جاتے ہیں۔ اسلام ایک روشن خیال اور فطری دین ہے۔ وہ علوم و فنون اور معاشرت و معیشت میں ترقی چاہتا ہے۔

اسلام یہ بات گوارا نہیں کرتا کہ انسانی زندگی اور اعلیٰ اقدار کے فروغ میں کسی بھی طرح جمود اور تعطل پیدا ہو۔ اس لئے اس نے فتنے فساد کے استیصال اور خاتمے کیلئے مؤثر اور مثبت لائحہ عمل دیا ہے۔ قرآن مجید فتنے فساد کی مذمت بھی کرتا ہے اور اس کے انسداد کیلئے لوگوں کی ذہنی تربیت بھی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عبرت کیلئے حدود و تعزیرات کی صورت میں سزائیں بھی نافذ کرتا ہے تاکہ جن پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے انہیں قانون کے شکنجے میں جکڑ کر انہیں لاقانونیت سے روکا جائے۔

## فتنے فساد کی مذمت

قرآن مجید نے فساد اور بدامنی کی مذمت کرتے ہوئے کئی ایک پیرائے اختیار کئے ہیں سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

"اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"(۱) (شرارت قتل سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے)

اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا:

"اَلْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ"(۲) شرارت قتل سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے)

قرآن مجید کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ زمین پر فساد کی اصل جڑ یہ ہے کہ اللہ کے دین کے احکام کے اجراء اور غلبے کی بجائے انسانوں پر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا اجراء و نفاذ ہو۔ انسان انسانوں کے استحصال کیلئے قوانین بناتے ہیں تو زمین میں فساد برپا ہوتا ہے۔ اس فساد کے خاتمے کا واحد حل یہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں سے انسانوں کو نجات دلائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف قبائل کو جو دعوت اسلام دی اس میں آپ ﷺ یہی فرمایا کرتے تھے کہ "کلمہ طیبہ پڑھ لو تم امن میں ہو جاؤ گے" کافر لوگ اس دعوت کی مخالفت اور مزاحمت کر کے ظلم اور استحصال کے نظام کو قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں زمین پر ظلم کیلئے راہ ہموار کر کے فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید اس روش پر چلنے والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ فتنہ یعنی لوگوں کو تشدد کے ذریعے راہِ حق سے روکنا' قتل سے بھی زیادہ بڑا اور شدید قسم کا گناہ ہے۔ فتنہ قتل سے بھی زیادہ شدید اور برا ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے ہولناک اور مہلک ہونے کے اعتبار سے قتل سے بھی شدید تر ہے۔

قرآن مجید فتنے کی مذمت اس طرح بھی کرتا ہے کہ یہ منافقین کا طرز عمل ہے کہ وہ فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ منافقین اسلام دشمنی کی وجہ سے ہر روز مسلمانوں کیلئے کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کرتے رہتے۔ کبھی کہیں جھگڑا کروا دیتے۔ کبھی مسلمانوں کے راز یہودیوں کے سامنے مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتے۔ پھر مسلمانوں کے خلاف بیٹھ کر سازش تیار کیا کرتے۔ حتیٰ کہ نورِ ہدایت کو بجھانے کی بھی جسارتیں کی گئیں۔ انہی منافقین کی جاسوسی پر مبنی کارستانیوں کے نتیجے میں یہود اور کفار مکہ کا گٹھ جوڑ ہوا تھا۔ یہ مل کر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے۔ یہ منافقین مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑانے کی کوشش کیا کرتے۔ ایک موقع پر صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت کو دیکھ کر منافقین نے ان میں پھوٹ ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ مسلمانوں میں اپنے بندے چھوڑ دیے جو ان میں باہم اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ وہ اپنے منصوبے میں ایک روز کامیاب ہو گئے۔ جنگ بعاث کے واقعات کو اچھال کر اوس اور خزرج کو باہم لڑا دیا۔ قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں۔ فیصلہ کیا گیا کہ حرہ کے میدان میں نکل کر اپنے جوہر دکھائیں۔ نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ فوراً لڑائی کی جگہ تشریف لے گئے (۴) صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی یہ آیات سنائیں:

"وَاعۡتَصِمُوۡابِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًاوَّلَاتَفَرَّقُوۡاوَاذۡكُرُوۡانِعۡمَةَاللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡكُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًاوَكُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَاحُفۡرَةٍمِّنَ النَّارِفَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا" (۵)

(تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم تفرقہ نہ کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ پھر تم اللہ کی نعمت کے نتیجے میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تباہی کے گڑھے کے کنارے پر تھے اور اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا۔)

نبی کریم ﷺ اس بات سے آگاہ تھے کہ اگر لوگوں میں دوبارہ خاندانی تعصبات نے جگہ پالی تو یہ پھر سے منتشر ہو جائیں گے اور دور جاہلیت کی طرح ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے بعد خاندانی تعصبات میں پڑ کر لوگ پارہ پارہ ہو گئے۔ منافقین ان مفسدانہ حرکتوں کے باوجود اپنے آپ کو "مصلح" قرار دیتے لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ مفسد ہیں۔ اَلَآاِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ (آگاہ ہو جاؤ کہ یہی لوگ مفسد ہیں) مسلمانوں کو باہم لڑانے کی روش اس اعتبار سے زیادہ قابل مذمت تھی کہ یہ نبی کریم ﷺ کی ان کاوشوں کو بے اثر کرنے کی گھناؤنی حرکت تھی۔ یہ لوگوں کو متحد کرنے کی پیغمبرانہ جدوجہد کو بے اثر کرنے کی یہ سازش تھی۔ قرآن مجید ان کی اس حرکت کا ذکر یوں کرتا ہے :

"وَاِذَاقِيۡلَ لَهُمۡ لَاتُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤااِنَّمَانَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ" (۶)

(جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ مچاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں)

منتشر اور متفرق لوگوں میں فساد پیدا کرنا قابل مذمت ہے لیکن اخوت کی لڑی میں پروئے ہوئے لوگوں میں فساد ڈالنا نہایت ہی قبیح حرکت ہے۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ کوئی شخص، کوئی گروہ اور جماعت یا ادارہ، کوئی تحریری مواد، اخوت و محبت میں پروئے ہوئے لوگوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ منافقانہ حرکت ہوگی۔ کسی کی اس طرح کی حرکت اسے منافقین کے مماثل کر دے گی۔ اور منافقین کے انجام کے بارے میں قرآن مجید نے دوٹوک الفاظ میں فرمادیا ہے: "اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ" (۷) بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے درجے میں رہیں گے)

مسلمانوں کو منافقانہ طرز عمل سے بچانے کیلئے قرآن مجید نے ان کی اس روش کا ذکر کئی جگہ پر کیا ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیتے۔ اس سلسلے میں ان کے طرز عمل کی ایک جھلک

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۴۸ اور ۴۹ میں پیش کی گئی ہے کہ "اے نبیؐ جب آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اس وقت بھی انہوں نے فساد بپا کرنے کی کوشش کی تھی اور آپ کے کئی کاموں کو انہوں نے الٹ پلٹ کرنے کی کوشش کی اور اس دوران حق آگیا اور انہیں حق کا آنا بڑا ناگوار گزرا۔ قرآن کہتا ہے کہ "یہ منافق تو فتنے میں گرے پڑے ہیں"۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۰۴ میں بھی منافقین کے اس شر پسندانہ رویے کا ذکر کر کے اس کی مذمت کی گئی ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُکَ قَوۡلُه‘ فِی الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَافِیۡ قَلۡبِه وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَام۔ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِکَ الۡحَرۡثَ وَالنَّسۡلَ۔ وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ الۡفَسَادَ"

(لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کی (چرب زبانی سے کی ہوئی) دنیوی بات بھلی لگتی ہے اور وہ دل کی سچائی پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ حالانکہ وہ بڑا جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر جاتا ہے (اسے اختیار ملتا ہے) تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کھیتیاں اور جانیں برباد کرتا ہے۔ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا) تقریباً سبھی مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں منافقین کے طرز عمل کا ذکر ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاشرے میں کبھی تو عملی طور پر لوگوں کے جان و مال اور ان کی فصلوں کی تباہی کی صورت میں فساد برپا کرتے ہیں۔ کبھی ماحول کو کشیدہ بنا کر بے امنی اور بدامنی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ سازشیں تیار کر کے مسلمانوں کیلئے آئے دن کوئی نہ کوئی مسئلہ پیدا کئے رکھتے ہیں۔

منافقین کے اس طرز عمل کی مثال آج کے دور میں دشمن کا ایجنٹ بن کر محض چند روپوں کی خاطر ملک میں بم دھماکے کروانا' دہشت گردی کے ذریعے لوگوں کی جانوں سے کھیلنا' مسلم معاشرے کے پرامن شہریوں میں عدم تحفظ کے احساس کے ذریعے خوف و حراس پیدا کرنا' تنصیبات کو تباہ کرنا وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ منافقین کے بارے میں نازل ہونے والی مذکورہ بالا آیات کے پس منظر میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ مخلص مسلمانوں کو پکڑتے اور انہیں اذیتیں دیتے اور یوں اسلام دشمنی کے جذبات کو ٹھنڈک پہنچانے کی کوشش کرتے۔ اتنے چرب زبان ہیں کہ گویا زبانیں شہد ہیں۔ اسی کے بل بوتے پر وہ دنیا کماتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایلوے سے بھی زیادہ کڑوے ہیں۔ لوگوں کیلئے بکریوں کی کھالیں پہنتے ہیں حالانکہ ان کے دل

بھیڑیوں کی مانند ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۰۶ کے ضمن میں ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس طرح کے اسلام دشمن اور امن دشمن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسے فتنے میں مبتلا کر دیں گے کہ بڑے بردبار بھی اس پر حیران رہ جائیں گے۔ گویا مسلمان معاشرے کو دہشت گردی اور خوف و ہراس کا شکار کرنے والے اللہ کے عذاب کی زد میں یقیناً آنے والے ہیں۔

قرآن مجید منافقین کے مفسدانہ رویے کو یوں بیان کرتا ہے: "وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ" (۸) (یہ بدترین جھگڑالو شخص ہے) الد کا لفظی معنی ہے سخت ٹیڑھا۔ گویا منافق بہت ٹیڑھے ذہن کا 'سیدھی بات کو چھوڑ دینے والا' اکھڑ' بہتان اور گالیاں بکنے والا' جھوٹا' حق سے ہٹ جانے والا ہوتا ہے۔ (۹)

الدالخصام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ان ابغض الرجال الی اللہ الدالخصیم" (۱۰) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو بڑا جھگڑالو اور لڑاکا ہے۔

منافقین کا طریق کار یہ بھی تھا کہ وہ مسلمانوں کے پاس آتے تو انہیں یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتے۔ ان کی آپس کی باتیں نوٹ کرتے۔ پھر یہود کے پاس جاتے اور انہیں مسلمانوں سے سنی ہوئی باتیں بتلاتے۔ یوں جاسوسی کا انداز اپناتے اور کفار کو اس بات کا یقین دلاتے کہ دیکھو ہم کتنے عقل مند ہیں کہ کس ذہانت اور کس چابک دستی سے ہم مسلمانوں کے راز تمہیں بتلاتے ہیں۔ اس طرز عمل سے ان کا مقصد دونوں طرف سے مفادات حاصل کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے اس طرز عمل کی مذمت فرمائی۔ آپ نے ایسا رویہ اختیار کرنے والے شخص کو "ذوالوجھین" دو چہروں والا قرار دیا۔ ارشاد نبوی ہے:

"ان من شرالناس ذالوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء لوجہ" (۱۱) (لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جو دو منہ (دو چہروں یا دو زبانیں) رکھتا ہے۔ کچھ لوگوں کے پاس وہ ایک چہرے کے ساتھ آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے چہرے کے ساتھ۔ یہ فرمان نبوی الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ دو مرتبہ آیا ہے)

اس کے مقابلے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ واضح اور صاف بات کی جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ باطن میں تو کچھ اور عزائم اور مقاصد چھپے ہوئے ہوں اور ظاہری طور پر کسی کو دھوکہ دینے کیلئے ظاہری الفاظ کی آڑ میں کوئی اور بات کی جائے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید اور نبی

کریم ﷺ کی تعلیمات میں ہمیں صدق کا درس ملتا ہے۔ صدق کی کئی صورتیں ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان جو الفاظ اپنی زبان سے نکالے اس کا دل، ارادہ اور نیت بھی اس کے مطابق ہو۔ جس چیز کی نیت اور ارادہ ہے وہی زبان پر لائی جائے۔ دارمی میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "من كان ذالوجهين في الدنياكان له يوم القيامةلسانان من النار" (جس شخص کی دنیا کے اندر دو زبانیں ہوں اللہ قیامت کے دن اسے آگ کی دو زبانیں دیں گے)(a)۱۱۔

فساد کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید فساد اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والے شخص کے بارے میں سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

"وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" (۱۲) (اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا)

اس فعل کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں یوں اظہار ناراضگی کیا گیا:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ" (۱۳) (اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا فساد کا سبب بنتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" (۱۴) (کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو پسند نہیں فرماتا)

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے مخصوص ذہنی سیاق و سباق کے تحت کوئی طرز عمل اختیار کرتا ہے اور اسے اپنے خیال کے مطابق "اصلاحی کام" گردانتا ہے۔ حالانکہ اس کے اس فعل کے پیچھے فساد کا پروگرام چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس روش پر بھی لوگوں کو باخبر کرتا ہے کہ اللہ اصلاح کی آڑ میں فساد برپا کرنے والوں کے دلی ارادوں کو جانتا ہے:

"وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ" (۱۵) (اللہ تعالیٰ فسادی شخص اور اصلاح کرنے والے کو الگ الگ جانتے ہیں)

فساد کی مذمت کا ایک قرآنی انداز یہ بھی ہے کہ فساد برپا کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ان کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ سورۃ القصص میں فرمایا:

"تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" (۱۶) (یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کیلئے بنایا گیا ہے جو زمین میں سرکشی اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور آخرت کی کامیابی متقی لوگوں کیلئے ہی ہے)

فساد فی الارض اور زمین میں سرکشی مچانے کی بدترین شکل یہ ہوتی ہے کہ زمین پر اللہ کے حکم کے برعکس طاغوتی اور استحصالی نظاموں کو نافذ کیا جائے اور اللہ کے حکم کی بالادستی کی بجائے استحصالی نظاموں کی حمایت میں سازشیں تیار کی جائیں جیسا کہ منافقین کیا کرتے تھے۔

فتنہ فساد سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا: "وَلَاتَبْغِ الْفَسَادَفِی الْاَرْضِ "(۱۷)

سورۃ الاعراف میں فرمایا:

"ولاتفسدوا فی الارض بعداصلاحھا"(۱۸)(زمین میں امن قائم ہو چکنے کے بعد اس میں فساد نہ مچاؤ)

قرآن مجید نے یہ بات واشگاف الفاظ میں بتادی ہے کہ دین وحدت امت کی بنیاد ہے۔ اگر دین کو اس کی اصل روح کے ساتھ سمجھا جائے تو امت کی وحدت قائم رہتی ہے اور اگر دین میں اختلافات پیدا کر دیئے جائیں تو امت بھی اختلاف کا شکار ہو جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں کدورتیں اور بغض وعداوت بھر جاتا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا کہ:

"اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَاتَتَفَرَّقُوْافِیْهِ "(دین پر قائم رہنا اور اس میں اختلافات و تفرقہ پیدا نہ کرنا)

اس سے اگلی ہی آیت میں فرمایا کہ:

"وَمَاتَفَرَّقُوْا اِلَّامِنْ بَعْدِمَاجَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ" (انہوں نے علم کے آجانے کے بعد محض ازراہ سرکشی اور ضدبازی آپس میں تفرقہ پیدا کیا)

گویا جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور اختلافات پیدا کئے انہوں نے ایسا ازراہ سرکشی وبغاوت کیا ورنہ دین تو بالکل واضح اور غیر مبہم تھا۔ اس کے ساتھ ہی سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں اہل کتاب کے باہم اختلافات کا شکار ہو جانے کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ انہوں نے دین پر عمل چھوڑ دیا اور دین کی من مانی تشریحات کر لیں۔ صورتِ حال یوں بن گئی کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ جتنے منہ تھے اتنی ہی تشریحات سامنے آگئیں۔ ہر تشریح دوسری تشریح سے مختلف تھی۔ اس طرح لوگوں نے اصل دین کی بجائے ان تشریحات کو اپنی توجیہات کا مرکز بنالیا۔ اہل کتاب گروہوں میں بٹ گئے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّانَصٰرٰی اَخَذْنَامِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْاحَظًّامِّمَّاذُكِّرُوْابِهٖ فَاَغْرَیْنَابَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ(۱۹)

(کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا۔ وہ اس میں سے بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو ہم نے انہیں نصیحت کی تھی تو ہم نے قیامت تک ان کے درمیان بغض وعداوت ڈال دیا)

قرآن مجید ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْادِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْئٍ اِنَّمَااَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَاکَانُوایَفْعَلُوْنَ"(۲۰)

(جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیااور گروہ در گروہ بن گئے آپ کاان سے کوئی تعلق نہیں۔پس ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے)

سورۃ آل عمران میں گروہوں میں بٹ جانے سے منع فرمایا گیا:

"وَلَاتَکُوْنُوْاکَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْامِنْ بَعْدِمَاجَاءَ ھُمُ الْبَیِّنَاتُ وَاُولٰئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ"(۲۱)

(تم ان لوگوں کی مانند نہ بن جاؤ جنہوں نے تفرقہ بازی اختیار کرلی اور اختلافات کا شکار ہو گئے۔اس کے بعد کہ ان کے پاس ہمارے واضح دلائل اور روشن نشانیاں آگئیں۔یہی لوگ ہیں جن کیلئے بہت بڑا عذاب ہے)

گویااللہ تعالیٰ کے واضح احکام آچکنے کے بعد جو شخص گروہ' جماعت یافرقہ دین کواختلاف کا شکار بناتا ہے یاکوئی قوم اللہ کے دین کے بارے میں اختلافات کاشکار ہو جاتی ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا عذاب مقرر کرر کھاہے۔اس عذاب کامطلب صرف یہی نہیں کہ مرنے کے بعد اس قوم کو عذاب دیاجائے گا بلکہ عین ممکن ہے کہ دنیا میں بھی انہیں سزاکاسامنا کرنا پڑے۔ہواکااکھڑ جانا' دشمن کی نگاہ میں ہیچ ہو جانا' معاشی بدحالی' معاشرتی عدم استحکام اور سیاسی بد نظمی اس عذاب کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔

عموماًدیکھنے میں آیاہے کہ لوگوں نے مختلف مقاصد کے تحت دین کی تشریحات کی آڑ میں اختلافات پیدا کیئے ہیں۔نبی کریم ﷺ نے اس رجحان کی پیش بندی فرمادی تھی کہ لوگ قرآن کو وجہ نزاع بناڈالیں گے۔قرآن مجید نے بھی اہل کتاب کی مثال دے کر ہمیں بتلادیا تھاکہ گزشتہ قوموں کی تباہی وگمراہی کاایک سبب یہ تھاکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اختلافات پیدا کردیئے۔دین میں غوروفکر کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں دی گئی ہے۔لیکن قرآن مجید کی آیات کو خواہ مخواہ وجہ نزاع بنانے کی ممانعت اور مذمت شدید الفاظ میں کی گئی ہے۔مسند احمد اور ابن ماجہ میں روایت ہے۔عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اس طرح بحث کررہے کہ کہ ایک شخص ایک آیت پڑھتاہے۔دوسرااس کے مقابلے میں دوسری آیت پڑھتاہے جواس کے خیال میں پہلی آیت

کے مضمون کے مخالف مضمون پر مشتمل ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی حرکت کی وجہ سے تم سے پہلی امتیں گمراہ ہوئیں اور ہلاک ہوئیں۔ وہ بھی ایسا ہی کیا کرتی تھیں کہ اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو بعض سے ٹکرایا کرتی تھیں۔ حالانکہ اللہ کی کتاب ایک دوسرے حصے کی تصدیق کرنے والی ہو کر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے تم اس میں اختلاف کر کے اس کی تکذیب نہ کرو۔ اس کا جو حصہ تم سمجھ لو وہ تو بیان کر دو جو حصہ سمجھ نہ آئے اسے اس کے حوالے کر دو جو اسے جاننے والا ہے۔ (۲۲)

دارمی کی ایک روایت میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ جو چیزیں اسلام کو فنا کر دینے والی ہیں ان میں ایک بات منافق کا قرآن میں جھگڑا اڈالنا بھی ہے" (۲۳) امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد اور امام حاکم حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "المراء فی القرآن کفر" (۲۴) (قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ "اختلاف رائے" کی اجازت اور گنجائش سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی کتاب سے دلائل تلاش کر کے گروہی نقطہ ہائے نگاہ کو تقویت دینے کی کوشش کرنا اور اسی بنیاد پر لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کرنا، نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں قابل مذمت فعل ہے۔ قرآن مجید کے پوشیدہ اسرار میں غواصی اور چیز ہے اور مخصوص نقطہ نگاہ کی تائید کیلئے قرآنی آیات کو کھینچ کھینچ کر استعمال کرنا بالکل مختلف چیز ہے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دین کے مسائل اور اس کی توضیح و توجیہہ میں اختلافِ رائے کی گنجائش تو ہو سکتی ہے لیکن ان توضیحات کو لوگوں کے درمیان نزاع اور جھگڑے کا سبب بنا دینا کسی صورت بھی روا نہیں ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر۔۔۔۔؟ سورۃ المائدۃ کی آیات نمبر ۱۱۴ اور الشوریٰ کی آیات نمبر ۱۴ (جن کا ذکر کیا گیا ہے) یہ بات واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ دین بالکل واضح اور غیر مبہم ہے۔ اس کی تعبیر و تشریح میں لوگوں کو گروہوں میں بانٹنا اور پھر انہیں تشدد پر اکسانا کسی بھی صورت میں شریعت کی روح سے مطابقت نہیں رکھتا۔

نبی کریم ﷺ نے فتنے فساد کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"الفتنة نائمة لعن الله من ایقظه" (۲۵)

(فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اسے زندہ کرتا اور جگاتا ہے)

فتنے کو جگانے کا مطلب ہے کہ لوگوں کو بھول چکا ہو اور کوئی شخص لوگوں کو دوبارہ اس کی

یاد دلائے اور گڑھے مردے دوبارہ اکھاڑنے لگے۔

نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ لوگ اتحاد کی بجائے تفرقے میں پڑ جائیں ظاہر ہے جب لوگ گروہوں میں بٹ جائیں تو فتنہ فساد ہی برپا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من شذشذالی النار"(۲۶) (جو شخص جماعت سے الگ ہوا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں دھکیل دیں گے)

بخاری اور مسلم شریف میں حدیث نبوی ﷺ منقول ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من خرج من السلطان شبراً مات میتة جاهلیة"(۲۷)

(جو کوئی سلطان کی اطاعت سے بالشت بھر دور ہوا اور اس حال میں اس کی موت واقع ہوئی تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے)

بخاری شریف ہی کی ایک اور روایت ہے:

"من فارق الجماعة شبراً فمات الامات میتة جاهلیة"(۲۸)

مسلم شریف میں روایت ہے:

"من فارق الجماعة شبراًفمات فمیته جاهلیة"(۲۹)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر دور ہوا اور مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے)

مسلم شریف میں روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی دلیل کے بغیر اطاعتِ امیر سے ہاتھ کھینچ لے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی"(۳۰)

مسلم شریف میں فرمانِ نبوی ہے:

"من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحدیریدان لیشق عصاکم اویفرق جماعتکم فاقتلوه"(۳۱)

(کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اپنے معاملے میں ایک شخص پر متفق ہو اور وہ تم میں پھوٹ ڈال کر تمہاری اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا چاہے تو ایسے شخص کو قتل کر دو)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"انه ستکون هنات وهنات فمن ارادان یفرق امرهذه الامةوهی جمیع فرضربوه بالسیف کائنامن کان"(۳۲)

(قریب ہے فتنے برپا ہوں پھر کوئی امت کے اتحاد و اتفاق کو بگاڑنے کی کوشش کرے تو اسے

تلوار سے قتل کر ڈالو خواہ وہ کوئی بھی ہو)

بدامنی اور فتنے کے زمانے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہی تلقین فرمائی ہے کہ ہم اتحاد ویگانگت اور نظم کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد آنے والے فتنوں کا ذکر فرمایا تو میں نے پوچھا کہ اگر میں اس زمانے میں موجود ہوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تلزم جماعة المسلمین واماسهم" (مسلمانوں کی جماعت سے منسلک رہنا اور ان کے امام سے تعلق قائم رکھنا)

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اگر مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام موجود نہ ہوں تو پھر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر سب فرقوں کو چھوڑ دے اور اگرچہ ایک درخت کی چباتے چباتے تو مر جائے۔ (۳۳)

آپ ﷺ کے بیان کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ مرتے دم تک مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دینا اور امام کی اطاعت کرتے رہنا کیونکہ اس سے طوائف الملوکی، بدنظمی اور انتشار پیدا ہوتا ہے جس سے مملکت کمزور یا مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ دیگر روایات موجود ہیں جن میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ امیر کی اطاعت ہر حالت میں جاری رکھی جائے۔ فتنے فساد کے حالات میں نبی کریم ﷺ نے ایسا طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین فرمائی جس میں فرد کا نقصان کم سے کم ہوتا ہے۔ فرد اگر جماعت سے کٹ جائے تو اس میں اس کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے افراد کو فرداً فرداً بکھر جانے کی کسی صورت اجازت نہیں دی بلکہ اپنے آپ کو نظم میں پروئے رکھنے کا حکم دیا۔

تقریباً تمام کتب حدیث میں مسلمانوں کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ ریاست کے اقتدار اعلیٰ کے استحکام کیلئے امن وسکون سے رہیں۔ انکا رویہ اطاعت شعاری ہونا چاہئے نہ کہ شرپسندی۔ انہیں جائز حدود کے اندر جو احکام دیئے جائیں وہ ان کی پابندی کریں تاکہ مملکت کا استحکام متاثر نہ ہونے پائے۔ انہیں امیر مملکت کی ہر ممکن حد تک اطاعت کرنی چاہیے۔ (۳۴) اتحاد کو چھوڑ کر انتشار کی فضا پیدا کرنے والوں کی موت کو جاہلیت کی موت مرنا قرار دیا گیا (۳۵)

جاہلیت کی موت مرنے کے کئی ایک معانی ہیں۔ مثلاً یہ جہالت کی بات ہے کہ کوئی شخص جماعت کو چھوڑ کر تنہا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لے۔ دوسرے یہ کہ یہ دورِ جاہلیت کے طرز عمل سے مشابہت ہے کہ جماعت کو چھوڑ کر تنہا پرواز کرنے لگے۔ اسلام نے تو ہمیں وحدت کا

سبق دیا لیکن یہ پھر جاہلیت کی روش اختیار کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے واشگاف الفاظ میں ہمیں متنبہ فرمایا کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگ جانا۔ فرمایا:

"لاترجعوابعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض"(۳۶)

(میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے جاؤ)

دوسری جگہ فرمایا:

"فلا تقتلن بعدی"(۳۷) (میرے بعد آپس میں لڑنے مت لگنا)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کو ستاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالیں گے (۳۸) آپ ﷺ نے فتنے فساد کے دور کی نشاندھی فرمائی اور اس دور میں ایک مسلمان کے طرز عمل کے بارے میں راہنمائی بھی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مامن مسلمین التقیاباسیافھاالاکان القاتل والمقتول فی النار"(۳۹)

(جب دو مسلمان آپس میں تلوار لے کر لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے)

آپ ﷺ نے مقتول کے جہنمی ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا کہ وہ بھی تو دوسرے کو قتل کرنے کیلئے تلوار لے کر نکلا تھا۔ اگر اس کا داؤ چلتا تو یہ اسے قتل کر دیتا۔ اب دوسرے کا داؤ چل گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فتنے اور بدامنی کے ماحول میں خصوصی طور پر ہدایات دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فتنے فساد کے ماحول میں اپنی زبان کو خاص طور پر قابو میں رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فتنے فساد کے ماحول میں زبان سے کوئی بری بات کہنا تلوار چلانے سے بھی زیادہ سخت اور برا کام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایاکم والفتن فان اللسان فیھامثل وقع السیف"(۴۰)

(فتنوں سے بچو کیونکہ اس صورتِ حال میں زبان تلوار سے بھی زیادہ بدتر کردار ادا کرتی ہے)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"من کان یومن باللہ والیوم الاخرفلیقل خیراً اولیصمت"(۴۱)

(جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ خیر کی بات کہے یا پھر خاموشی اختیار کرے)

فتنوں سے دور رکھنے کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"گونگے اور بہرے فتنے پیدا ہوں گے جو ان کی طرف دیکھے گا وہ فتنے اسے اپنی طرف کھینچ

لیں گے۔اس فتنے کے دور میں زبان کھولنا تلوار مارنے کی مانند ہوگا۔(۴۲) آپ ﷺ نے فرمایا:
جب مسلمانوں کے اندر فتنہ فساد پیدا ہو جائے اور اس بات کی وضاحت نہ ہو رہی ہو کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون، توان سب سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"القاعدفیھاخیر من القائم فیھاخیرمن الماشی والماشی فیھاخیرمن الساعی فکسروقتیکم وقطعوااوتارکم وضربوبسیوفیکم الجارة فلیکن کخیران ادم"(۴۳)

(فتنے کے زمانے میں جو شخص بیٹھا ہے وہ کھڑے ہوئے شخص سے بہتر ہے اور کھڑا ہوا شخص اس شخص سے بہتر ہے جو چل رہا ہے اور جو چل رہا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو دوڑ رہا ہو۔ان فتنوں میں اپنی کمانیں توڑ ڈالو۔ کمانوں کے چلے کاٹ ڈالو اور اپنی تلواریں پتھر پر مار کر کند کر دو۔اگر کوئی فتنہ باز کسی کے گھر میں گھس آئے کہ اسے قتل کرے تو وہ ایسا ہی کرے جیسا آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے اس نے کیا تھا۔جو بہتر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جب مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہو جائے تو چاہیے کہ لکڑی کی ایک تلوار بنالے"(۴۴)

ان تمام فرامین کا مفہوم و مقصود یہی ہے کہ ان فتنوں میں شریک نہ ہوا جائے۔اگر کوئی زیادتی کر بھی جائے تو محض امن وامان کی خاطر اس کی زیادتی کو برداشت کرلو۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا جب یہ زمانہ آئے تو تو اپنی تلوار لے کر احد پہاڑ پر چلا جا اور تلوار کو اس پر مار۔ یہاں تک کہ یہ ٹوٹ جائے۔(۴۵) اس حدیث مبارکہ کا معنی بھی یہی ہے کہ اس اختلاف میں کسی ایک گروہ کا ساتھ دینے کی بجائے اپنے آپ کو الگ تھلگ کرے۔اختلافات اور فتنے کے زمانے میں کسی ایک گروہ کے ساتھ شریک ہو کر فتنے کو مزید ہوا دینے کی بجائے آپ ﷺ نے فرمایا:

"تکون فتنة علی ابوابھادعاة الی النار فان تموت وانت عاض علی جذل شخرة خیرلک من تتبع احدامنھم"(۴۶)

(ان کے دروازوں پر فتنے پیدا ہوں گے۔دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ پھر اگر تو درخت کی جڑ کو چباتا ہوا مر جائے تو یہ تیسرے لئے بہتر ہے اس سے کہ توان کو بلانے والوں میں سے۔کسی ایک کی پیروی کرے۔)

فتنے فساد سے الگ تھلگ رہنے کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا:

"خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے دور رکھا گیا۔آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دھرائے

فرمایا: خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں میں مبتلا ہوا اور صبر کیا اور افسوس ہے اس شخص پر جو فتنے سے دور نہ ہو اور صبر نہ کیا"(۴۷)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"فتنوں سے بچنے کی خاطر اپنی چند بکریاں لے کر کسی الگ تھلگ جگہ پر چلے جانا فتنوں میں ملوث ہونے سے بہتر ہے۔(a-۴۷)

پوری دنیا اس وقت مختلف عصبیتوں سے زہر آلود ہو چکی ہے۔ لوگ رنگ، نسل، مذہب اور زبان کی عصبیتوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام عصبیتوں کا بڑی شدت سے خاتمہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ليس منامن دعاالى عصبية وليس منامن قاتل على عصبية وليس منامن مات على العصبية"(۴۸)

(وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو کسی عصبیت کی طرف دعوت دی۔ وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کی اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان الله عزوجل قداذهب عنكم عبية الجاهليةوفخرهابالاباء مومن تقى وفاجرشقى انتم بنوآدم وآدم من تراب ليدعن رجال فخرهم باقوام انما هم فحم من فحم جهنم اوليكونن اهون على الله من الجعلان التى تدفع بانفهاالفتن"(۴۹)

(بے شک اللہ عزوجل نے جاہلیت کا عیب اور اپنے آباء پر فخر کرنا تم سے دور کر دیا ہے یعنی تمہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ انسان دو ہی طرح کے ہیں۔ متقی مومن اور دوسرے بد کردار سخت دل والا۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔)

اس کے مقابلے میں قرآن مجید نے ہمیں یہ تصور دیا کہ سب مسلمان آپس میں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں کہ دوسروں سے اپنے آپ کو برتر سمجھ کر انہیں ادنیٰ انسان سمجھنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص عصبیت کے اندھے پن میں غضب ناک ہوتا ہے تو اس کا یہ غضبناک ہونا اور لڑنا جاہلیت کا لڑنا ہے۔"(۵۱)

آپ ﷺ نے فرمایا: عصبیت جاہلیہ یہ ہے کہ ظلم و زیادتی کے کاموں میں بھی اپنی قوم کی حمایت کرے(۵۲) آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی قوم کی محبت مذموم و ناپسندیدہ چیز نہیں۔ ناپسندیدہ چیز یہ

ہے کہ گناہ کے کاموں میں بھی اپنی قوم کا ساتھ دے (۵۳)
آپ ﷺ نے فرمایا:
"ومن قتل تحت راية عمية يغضب لعصبية ويقاتل لعصبية فليس من امتى" (۵۴)
(جو شخص اندھے تعصب کے تحت لڑا، عصبیت کے جوش میں طیش میں آتا ہے دوسروں سے تعصب کی بنیاد پر لڑتا ہے تو ایسا شخص مجھ سے نہیں)
مسلم شریف میں روایت ہے:
"ومن قاتل تحت راية عمية بغضب لعصبية اويدعوا الى عصبية اوينصر عصبية فقتل فقتله جاهليه (۵۵)
(جو شخص اندھے تعصب کے تحت جنگ کرتا ہے، تعصب کے تحت غضب میں آتا ہے، دوسروں کو عصبیت کے نعرے کے تحت بلاتا ہے یا عصبیت کے تحت کسی کی مدد کرتا ہے اور مارا جاتا ہے تو اس کا یہ قتل جاہلیت کی موت ہے۔)

سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی قوم کی جانب سے ظلم کی مدافعت کرے جب تک وہ گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ (۵۵)۔ گویا نبی کریم ﷺ نے قوم کا ساتھ دینے کی حدیں بھی بیان فرمادیں کہ قوم کی مدد صرف اس حد تک ہو کہ قوم کا موقف حق و انصاف پر مبنی ہو۔ جتھے بندی، گروہی سیاست، پریشر گروپ تشکیل دے کر ذاتی گروہی اور سیاسی مفادات حاصل کرنے کی خاطر دوسروں کی مدد کرنا اور مفاد پرست گروہ قائم کرنا، اس حدیث کی زد میں آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ناحق طور پر اپنی قوم کی حمایت کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنویں میں گر پڑے اور اسے دم سے پکڑ کر باہر نکالا جائے۔ (۵۶)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے دو لڑکے لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک مہاجر تھا۔ دوسرا انصاری۔ مہاجر نے اپنے مہاجر اور انصاری نے اپنے انصاری ساتھی کو مدد کیلئے پکارا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ماهذا دعوىٰ اهل الجاهلية "(یہ کیا ہے جاہلیت کے انداز سے مدد کیلئے پکارنا) لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ کوئی بڑا مقدمہ نہیں بلکہ دو لڑکے باہم لڑ پڑے۔ ایک نے دوسرے کو سرین پر مارا ہے۔ پھر آپ ﷺ کو اطمینان ہوا اور فرمایا کچھ ڈر نہیں" (۵۷)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک غزوے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا۔ انصاری نے انصاریوں کو اور مہاجر نے مہاجرین کو بلایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "یہ تو جاہلیت کا پکارنا ہے" صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ تو معمولی سی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو یہ تو ایک گندی (ناپسندیدہ) بات ہے" (۵۸)

نبی کریم ﷺ اپنے فہم و فراست کی بنیاد پر اس بات سے آگاہ تھے کہ اگر پرانے قبائلی تعصّبات نے دوبارہ سر اٹھالیا تو ان تعصّبات کو دبایا نہیں جاسکے گا۔ اس لئے آپ ﷺ نے بڑی سختی کے ساتھ تعصّبات کا استیصال فرمادیا۔ آپ ﷺ کے یہ خدشات بد قسمتی سے بالآخر نمودار ہو گئے اور وہی ہوا جس کے خدشات موجود تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی مدعیان نبوت نے بھی قبائلی تعصّبات کی بنیاد پر ہی دعویٰ نبوت کیا۔ حضرت علیؓ کو اسی عصبیت کی بنا پر اکسانے کی کوشش کی گئی لیکن آپؐ کا فرمان تمام تعصّبات کی جڑ کاٹنے والا ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں خواہ وہ علاقائی طور پر کتنے ہی فاصلے پر ہوں۔ (۵۹)

منافق لوگ کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے درپے رہتے۔ غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع سے فارغ ہونے کے بعد مسلمان ابھی چشمہ مریسیع پر خیمہ زن تھے کہ پانی حاصل کرنے کے دوران ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ انصاری کا خون جاری ہو گیا۔ اس نے انصار کے خلاف مہاجرین کو پکارا۔ ہتھیار نکال لئے گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کا پکارنا تو جاہلیت کا پکارنا ہے۔ بعد میں ان لوگوں کی آپس میں صلح ہو گئی۔ لیکن منافقین کو پتہ چلا تو عبداللہ ابن ابی بھاگا آیا۔ اس نے اس واقعے کو خوب اچھالا۔ انصار سے کہنے لگا کہ کیا سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا۔ جب عبداللہ ابی کی ہرزہ سرائی کا صحابہ کرامؓ کو علم ہوا تو خواہش ظاہر کی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے حلم وبردباری اور دور اندیشی کا مظاہر فرمایا اور درگزر فرمایا۔ آپ ﷺ کے اس رویے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اپنے ساتھی اس کی مذمت کرنے لگے اور انہیں یہ احساس ہو گیا کہ ان کا لیڈر ہی جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے اور حضور ﷺ کا رویہ نہایت ہی صبر و تحمل پر مبنی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں تمہارے مشورے پر عمل کر لیتا تو جوش انتقام میں عصبیت کی فضا پیدا ہو جاتی اور اب اس کے اپنے حامی اس کی مذمت کر رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بے شک آپ

کادر گزر خیر و برکت کا ذریعہ ثابت ہوا ہے۔(59a)

آپ ﷺ کے اس اسوہ کی پاکستان کے خصوصی حوالے سے اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تعصّبات کو ابھارنے والے تعصبات کو اچھال رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعصبات کو ابھارنے والے اپنے کام میں لگے رہیں لیکن ہمیں اشتعال میں نہیں آنا چاہیے۔ صبر و تحمل سے کام لینا بہت عمدہ نتائج دے سکتا ہے۔ دشمن تو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے۔ اس صورت میں ہمیں احساس ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہیے۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے تمام عصبیتوں کا استیصال فرمایا ہے۔ سیاسی مفادات اور جتھے بندی کی خاطر لسانی' علاقائی اور نسلی تعصب کو اچھالا جاتا ہے۔ عصبیت کی طرف بلانا ایک تو یہ ہے کہ زبان یا نسل میں ہم آہنگی رکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جائے۔ اس کی دوسری شکل یہ ہے کہ کسی ایک زبان یا نسل سے تعلق رکھنے والوں کو یہ تاثر دے کر اکٹھا کیا جائے کہ دوسرے تمہارا استحصال کر رہے ہیں۔ تم اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ہمارے پلیٹ فارم پر متحد ہو جاؤ۔ اسی ذہنیت سے سرشار ہو کر ایک نسل یا زبان کے لوگ باہم متحد ہو کر ایک دوسرے کی مدد کیلئے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کی جتھہ بندی کا اصل مقصد یہ بنا دیا جاتا ہے کہ دوسرے تمہارے حقوق کو پامال کرنے والے ہیں۔ اس طرح اکثر اوقات سیاسی مقاصد کے تحت عوام کو مختلف متحارب گروہوں کی شکل دے دی جاتی ہے۔

ان تعصبات کی روشنی میں پاکستان کے آئین میں یہ بات شامل کر دی جائے اور پھر اس کے مطابق قوانین تشکیل دیئے جائیں کہ کسی بھی مذہبی' سیاسی جماعت اور گروہ کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ گروہی بنیادوں پر کوئی تحریر اور لٹریچر طبع کروائے۔ اس سلسلے میں حکومت ایک مخصوص شعبہ تشکیل دے کر یہ ذمہ داری اس کے سپرد کرے کہ وہ کسی بھی طرح کی عصبیت اور گروہ بندی کے مواد کو منظر عام پر نہ آنے دے۔ موجودہ سنسر شپ کے نظام کا دائرہ وسیع کیا جاسکتا ہے۔ کوئی گروہی تحریر چھپوانے پر پابندی لگا دی جائے۔ اشتعال پیدا کرنے والے مواد کو چھاپنے والے پریس کو پابند کر دیا جائے کہ قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں شدید سزا دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کا مواد تقسیم کرنے والے' لکھنے والے اور اس کام میں کسی بھی طرح کی معاونت کرنے والے کو سزا کا مستوجب قرار دیا جائے۔

اس سلسلے میں حکومت ذرائع ابلاغ' مذہبی علماء اور اساتذہ کرام کے ذریعے رواداری اور

دوسروں کے احترام کیلئے خصوصی تحریک چلائے۔اور لوگوں میں شعور بیدار کیا جائے کہ وہ کسی طرح کا اشتعال پھیلانے والے کو ایسا کرنے کی اجازت ہی نہ دیں۔

اسلام بدامنی اور فتنے فساد کو ناپسند کرتا ہے۔وہ کبھی ایسی حرکت اور فعل کو روا نہیں رکھتا جو بدامنی پر منتج ہو۔عربوں کی عادت تھی کہ جب جنگ کیلئے نکلتے تو راستے میں لوگوں کو تنگ کرتے۔بدامنی پھیلاتے۔شوروہنگامہ کرتے۔لوگوں کیلئے راستہ چلنا مشکل ہو جاتا۔آپ ﷺ کے پاس اس کی شکایت پہنچی۔اس پر آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا :

"من ضيق منزلا اوقطع طريقافلا جهادله"(۶۰)

(جن نے راستے کو تنگ کیا یا راہگیروں کو تنگ کیا اس کا جہاد نہیں ہوگا)

آپ ﷺ نے فرمایا :

"ان تفرقكم هذه الشعاب الاودية انماذالك الشيطان"(۶۱)

(تمہارا اس طرح وادیوں اور اور گھاٹیوں میں بے ترتیب پھیل جانا شیطانی فعل ہے)

ابوثعلبہ خشنی کا بیان ہے کہ اس کے بعد کیفیت یہ ہوگئی تھی کہ جب کبھی اسلامی فوج کسی جگہ اترتی تو اس کا گنجان پڑاؤ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر ایک چادر تان دی جائے تو سب اس کے نیچے سما جائیں گے(۶۲)اسی طرح جنگ کے سفر کے دوران شوروہنگامہ بپا ہوتا۔اس کا نام ہی دغی پڑ گیا تھا۔نبی کریم ﷺ نے اس طریق کار میں بھی اصلاح فرمائی۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب کسی وادی میں پہنچتے تو زوروشور سے تکبیروتحلیل کے نعرے بلند کرتے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! وقار کے ساتھ چلو تم جس ہستی کو پکار رہے ہو وہ نہ بہرا ہے نہ غائب۔وہ تو تمہارے ساتھ ہے۔وہ سب سنتا ہے اور بہت قریب ہے۔(۶۳)اسلام وہ واحد دین ہے جس نے حالت امن تو درکنار حالتِ جنگ میں بھی لوگوں کو تہذیب وشائستگی سکھائی۔نبی کریم ﷺ مجاہدین کو جو ہدایات دیا کرتے تھے ان میں نمایاں ہدایات یہ ہوتیں :

۱۔ عورتیں بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

۲۔ لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔

۳۔ دیگر مذاہب کی نہ تو عبادت گاہیں تباہ کی جائیں نہ ان کے مذہبی پیشواؤں کو قتل یا تنگ کیا جائے

۴۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔فصلیں تباہ نہ کی جائیں۔

پھل دار درخت نہ کاٹے جائیں۔

۵۔ اگر دشمن سے کوئی عہد باندھا جائے تو اس وقت تک اس عہد کی خلاف ورزی نہ کی جائے جب تک دشمن خود اسے توڑنے کا اعلان نہ کردے۔ لوگ اگر اطاعت کرلیں تو ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔(۶۴)

دنیا کو شائستگی اور تہذیب سکھانے میں ان اصلاحات نے بڑا مؤثر کردار ادا کیا۔ ان تعصبات سے لوگوں کے ذہن اس انداز سے ڈھل گئے کہ وہ معمول کی زندگی میں بھی تہذیب وشائستگی کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔

جنگ خیبر کے بعد کچھ لوگ بے قابو ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے شکایت کی گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے مجاہدین کو جمع کیا اور فرمایا "اللہ نے یہ جائز نہیں کیا کہ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو اور ان کے پھل کھاؤ۔ حالانکہ ان پر جو کچھ واجب تھا وہ تمہیں ادا کر چکے ہیں"(۶۵)۔ ایک موقع پر لوگوں نے بکریاں پکڑیں اور پکا ڈالیں۔ آپ ﷺ نے ان کی دیگچیاں الٹ دیں اور فرمایا کہ لوٹ گھسوٹ کا مال کھانا مردار کھانے سے بہتر نہیں ہے۔(۶۶) مسلم شریف میں روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من خرج من امتی علی یضرب برھاوفاجرھالا یتحاشی من مؤمنھاولا یفی لذی عھدھافلیس منی"(۶۶a)

(جو شخص میرے امت پر نکلے اس حال میں کہ وہ مارتا ہو بلا تمیز نیکوں اور بدوں کو اور مومن کو بھی نہ چھوڑے اور جس سے اس کا (امن کے ساتھ رہنے کا) عہد ہو اسے بھی پورا نہ کرے تو وہ میرے امت میں سے نہیں ہے۔)

ایک دوسری روایت میں ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

"فلیس منی ولست منه"(۶۶B) (یعنی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا)

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایشیراحدکم الی اخیه بالسلاح فانه لایدری لعل الشیطان ینزع فی یده فیقع فی حفرة من النار"(۶۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مسلم شریف میں روایت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من اشارالی اخیہ بحدیدۃ فان الملآئکۃ تلعنہ حتی ینتھی وان کان اخاہ لابیہ وامہ"(۶۸)

(میں نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کی کسی چیز کے ساتھ اشارہ کیا تو اس فعل کے ختم ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔اگر وہ اس کا بھائی بیٹا اور ماں ہی کیوں نہ ہو)

ترمذی شریف میں دو روایات ہیں۔وہاں یہ مضمون دو جگہ ہے۔(۶۹)

ابی بکرۃؓ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذاتواجہ المسلمان بسیفھمافالقاتل والمقتول فی النار"(۷۰)

جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آگئے (اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا) تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔اس میں صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت عائد ہوگا جب وہ کسی دنیوی غرض اور مفاد کو حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں۔اگر مقصد کسی برائی کے خاتمے کیلئے ایک نے دوسرے پر تلوار اٹھائی تو اس میں قاتل جہنمی نہیں ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے وہ تمام بنیادیں مسمار فرمادیں جو باہم عداوتیں پیدا کرتی اور فتنہ فساد کا سبب بنتی ہیں۔

ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر تھے۔ایک شخص سو گیا اور کسی دوسرے نے۔۔۔۔۔۔۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لایحل لمسلم ان یروع مسلماً"(۷۱)

(مسلمان کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو مرعوب وخوفزدہ کرے)

ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایحل لرجل ان یروع مسلماً"(۷۲)

(کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو مرعوب وخوفزدہ کرے)

اسی طرح کی ایک اور روایت جو ابن عمرؓ سے مروی ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لایحل لمسلم اومؤمن ان یروع مسلماً"(۷۳)

(مسلمان یا مومن کیلئے یہ حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو مرعوب وخوفزدہ کرے)

ترمذی شریف میں روایت ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یاخذن احدکم متاع اخیه لاعبا ولا جادا"(۷۴)

(تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کوئی چیز ہنسی مزاح یا اس کی اہانت کرنے یا تنگ کرنے کیلئے نہ اٹھائے)

مسند بزاز، طبرانی اور ابن حبان کی صحیح میں روایت ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کا جوتا اٹھایا اور اسے غیب کر دیا۔ وہ اس سے مزاح کر رہا تھا۔ اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تروعوا المسلم فان روعة المسلم ظلم عظیم"(۷۵)

(کوئی مسلمان کو نہ ڈرائے۔ بے شک مسلمان کو ڈرانا بہت بڑا ظلم ہے)

طبرانی میں ایک روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص اٹھ کر باہر چلا گیا لیکن اپنا جوتا بھول گیا۔ لوگوں نے اسے چھپا لیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے اپنے جوتے کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بعد میں لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے ایسا از راہ مزاح کیا تھا۔ آپ ﷺ نے دو تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔

"فکیف بروعة المؤمن"(۷۶) (مومن کو ڈرانا کیسا؟)

طبرانی میں ایک اور روایت ہے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی مومن کو ڈرایا تو اللہ نے اپنے اوپر لازم ٹھہرا لیا ہے کہ وہ اسے قیامت اسی طرح خوف زدہ کریں گے

ابن عمرؓ سے ہی ایک اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی طرف اسے ڈرانے کیلئے دیکھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اسی طرح ڈرائیں گے (۷۷)

کسی بھی فتنے اور بدامنی کی فضا سے بچنے کیلئے اسلام کی حکمت عملی کمال احتیاط پر مبنی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اسلحہ یا اور ایسی چیز جس سے کسی کو تکلیف یا زخم پہنچنے کا خدشہ ہو سکتا ہو، غیر محتاط انداز سے لے کر نہ چلے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو حکم فرمایا جو مسجد میں تیر لے کر جا رہا تھا کہ وہ جب تیروں کو لے کر نکلے تو ان کی پیکانوں کو پکڑ کر رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی نوک کسی کو لگ جائے۔ ایسی صورت میں جب پیکان کو پکڑا ہو گا اگر تیر کسی کو لگ بھی جائے تو نقصان یا تکلیف نہیں ہو گی (۷۸) ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص تم میں سے بازار یا مسجد میں آئے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو ان کی نوک والی سمت کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رکھے یا اس نوک کو مٹھی میں دبائے

رکھے۔ایسانہ ہو کہ کسی مسلمان کو لگ جائے"(۷۹)

گویاان احادیث میں فرمایا گیا کہ اسلام اس بات کو بھی گوارا نہیں کرتا کہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے غیر ارادی طور پر کسی دوسرے مسلمان کو نقصان اور تکلیف پہنچے۔چہ جائے کہ مسلمان دوسروں کے خلاف ہتھیار بند ہو کر لڑے۔فرمایا گیا کہ ایسانہ ہو کہ غیر ارادی طور پر تیر کی نوک کسی کو لگ جائے اور وہ تکلیف کی حالت میں مشتعل ہو کر جوابی حملہ کر دے حالانکہ اسمیں دوسرے شخص کی نیت داخل نہ تھی۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ننگی تلوار لے کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں :

"نهى رسول الله ﷺ ان يتعاطى السيف مسلولا"(۸۰)

(نبی کریم ﷺ نے کسی کو ننگی تلوار دینے (پکڑنے) سے منع فرمایا(مبادااس کو اچانک لگ جائے)

مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک شخص تیر لے کر مسجد میں آیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں پیکانوں سے پکڑ لو(۸۲)دوسری حدیث میں وضاحت ہے کہ پیکانوں سے پکڑ لوایسانہ ہو کہ کسی کو لگ جائے۔(۸۳)ابو موسی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نہیں مرے کہ اس کے بعد ہم نے تیر دوسروں کے منہ پر ہی مارا۔یعنی تیر چلایا تو جنگ کے دوران ہی چلایا"(۸۴)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے"

"من حمل علينا السلاح فليس منا"(۸۵) (یہاں ایک بہت بڑی وعید سنائی گئی ہے نبی کریم ﷺ اگر کسی شخص کو اپنے امتیوں میں سے نکال دیں تو اس شخص کی بدنصیبی اور کیا ہو سکتی ہے ؟ حدیث مبارکہ کا مفہوم یہی ہے کہ ایسا کرنے والا ایسے کام کا مرتکب ہوا جو نبی کریم ﷺ کے امتی کے شایان شان نہیں ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں روایات ہیں کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھا کر آمنے سامنے آجاتے ہیں تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں۔پھر جب ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو دونوں جہنم میں چلے گئے۔آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ مقتول کیسے جہنمی ہو گا؟ فرمایا کہ اس نے بھی تو دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔(۸۶)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص کا دوسرے کے خلاف تلوار اٹھا کر حملہ آور ہو جانا ہی یہاں مراد نہیں بلکہ اس سے مراد اسلحہ تیار کرنا۔دوسرے کے خلاف منصوبہ بندی

کرنا، دشمنی کی فضا تیار کرنا۔ جتھہ بندی کر کے لوگوں کو مقابلے کیلئے تیار کرنا بھی ہوگا۔ خصوصی طور پر آج کے دور کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ان احادیث کی اہمیت کہیں بڑھ جاتی ہے کہ ہر فرد جس کے بارے میں توقع تو یہ تھی کہ وہ ایک یوار کی اینٹوں کی مانند ایک دوسرے کیلئے تقویت کا باعث ہوگا، وہ اپنے ہی بھائی کے خلاف کسی نہ کسی انداز سے برسرِ پیکار ہے۔ آج ہر شخص اپنے مسلمان بھائی سے اسلحہ کی زبان سے بات کرتا ہے اور دور جاہلیت کی طرح دوسروں کو اسلحہ سے ڈرا کر اپنی دھاک بیٹھانے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ مل جل کر زندگی گزارتے ہوئے لوگوں کے درمیان اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کیلئے بڑے انعام کا ذکر فرمایا جو باہمی نزاعی معاملات میں ضبط و تحمل اور عفوودرگزر سے کام لیتے ہوئے کشیدگی سے اجتناب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر کوئی شخص دوسرے سے نزاعی معاملات میں الجھنے سے اجتناب کرے حالانکہ وہ حق پر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کے وسط میں ایک محل تیار کرتے ہیں۔ (۸۸)

اگر کسی موقع پر دو مسلمانوں یا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان کوئی نزاعی مسئلہ پیدا ہو جائے اور خدشہ ہو کہ اس سے امن وامان کو خطرہ لاحق ہو جائے گا تو ہمیں اس بات کی اجازت نہیں کہ ہم خاموش تماشائی، غیر جانبدار (Nectral) بن کر کنارے پر بیٹھ جائیں اور ان کے معاملے کو سلجھانے کیلئے کوئی کردار ادا نہ کریں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ:

"وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ۔ فَاِنْ فَاءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ" (۸۹)

(اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروا دیا کرو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے سے زیادتی کرنے لگے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کو مان لے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو دونوں میں برابری کی بنیاد پر صلح کروا دو۔ (صلح کے اس عمل میں) عدل کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)

یہاں برابری کی بنیاد پر عدل کے اصول کے تحت صلح صفائی کروانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرتی ماحول میں غور کریں تو اس ہدایت کی اہمیت بہت زیادہ نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ یہ بات عموماً مشاہدے میں آئی ہے کہ صلح کرواتے وقت بھی عموماً دھڑے بندی اور کمزور اور

طاقتور کی بنیاد پر ہی فیصلے ہوتے ہیں ثالثوں کا رجحان کسی ایک مضبوط گروہ کی طرف ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی نبوت سے قبل بھی اس آیت کریمہ کا عملی نمونہ تھی۔ نبوت سے قبل بھی عربوں کی بد نظمی اور جنگ و جدال کی کیفیت سے پریشان رہتے۔ جنگ و جدال میں مصروف لوگوں کو براہ راست سمجھانا تو ابتداء میں مشکل تھا لیکن آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ لوگوں کا ذہن امن کی طرف موڑ دیا۔ آپ ﷺ کو جب موقع ملتا آپ ﷺ ان لوگوں کو جنگ کی ہولناکیوں سے آگاہ فرماتے۔ نبی کریم ﷺ دور نبوت سے قبل ایک معاہدہ امن خلف الفضول میں آپ شریک ہوئے اس معاہدے کے بارے میں آپ ﷺ کا ایک قول منقول ہے کہ میں اس معاہدے میں شریک ہوا تھا۔ اگر اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سو اونٹ بھی دئے جاتے تو میں قبول نہ کرتا۔(۹۰)

اگر مل جل کر رہتے ہوئے اگر تنازعہ پیدا ہو ہی جائے تو پھر دوسروں کو چاہیے کہ ان میں صلح کروا دیں تاکہ یہ ناراضگی طور نہ پکڑے اور کینہ دلوں کے اندر پنپنے نہ لگ جائے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کشیدگی کا آغاز ہو جاتا ہے تو پھر یہ کشیدگی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ شرپسند اور تماشہ دیکھنے والے لوگ ادھر ادھر سے سن کر باتیں کرتے ہیں اور فتنے کو ہوا دیتے ہیں۔ جس طرح جسم کے کسی حصے میں اگر کوئی فاسد مادہ موجود ہو تو وہ اندر ہی اندر اپنا زہر بڑھاتا جاتا ہے۔ اس فاسد مادے کا ایک ہی علاج ہوتا ہے کہ اس کا اپریشن کرکے اسے نکال باہر کیا جائے۔ اس کیفیت سے بچنے کیلئے نبی کریم ﷺ نے یہ حل دیا ہے کہ آپس کی ناراضگیوں کو زیادہ دیر تک طول نہ دیا جائے۔ اول تو لوگ خود ہی صلح کر لیں اگر ایسا امکان نہ ہو تو دوسرے لوگ صلح کا بندوبست کریں۔ یہ معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے فرائض کا احساس کرے۔ معاشرتی شعور کو بیدار کیا جائے۔ معاشرے کو اپنے فرائض سے آگاہ کیا جائے۔ افراد معاشرہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں کہ کشیدگی کو دور کرنا ان کا معاشرتی 'اخلاقی اور شرعی فریضہ ہے۔ اگر شرعی اصطلاح میں بات کی جائے تو یہ معاشرے کا فرض کفایہ ہے کہ وہ کشیدگی ختم کرنے کا اہتمام کرے۔ بلکہ اس موقع پر تو شریعت اسلامیہ میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے کہ دو فریقوں کے درمیان صلح کروانے کیلئے اگر کچھ جھوٹ بھی بولنا پڑے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیرا"(۹۲)

(وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح کروائے اور بہتر بات کہے)

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ تین مواقع کے علاوہ کسی اور موقع کیلئے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک لڑائی ختم کرانے کیلئے۔ دوسرے لوگوں میں صلح کروانے کیلئے یا میاں بیوی میں کسی غلط فہمی اور تنازعے کو ختم کرانے کیلئے۔(۹۴) ان تین صورتوں کے علاوہ اس صورت میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت ہے کہ ایک ظالم شخص کسی بے گناہ کو قتل کرنا چاہتا ہے اور مطلوبہ شخص کسی کے ہاں چھپا ہوا ہو تو اسے بچانے کیلئے جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے۔(۹۵) بعض علماء کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اس موقع پر جو ظاہراً جھوٹ بولا جاتا ہے، اسے جھوٹ کہا ہی نہیں جاتا۔ اسے "توریہ" کہتے ہیں۔ جھوٹ ہر حال میں گناہ ہے۔(۹۶)

صلح کیلئے جھوٹ بولنے کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ صلح کرانے والا دونوں فریقوں کو عمدہ اور صلح کی طرف آگے لے جانے والی باتیں بتلائے کہ ان کے درمیان بدگمانیاں اور اشتعال پیدا کرنے والی باتیں کم ہوں۔ اس کام کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا:

"الا اخبركم بافضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة، قالوا بلى! قال اصلاح ذات البين وفساد ذات البين (۹۷)

(کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جو روزہ نماز اور صدقہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپ ﷺ بتلائیں۔ فرمایا دو بندوں کے درمیان صلح کروانا اور دو بندوں کے درمیان جھگڑے کو ختم کرانا)

## فساد کے اسباب اور ان کا تدارک

**غصہ واشتعال:** نبی کریم ﷺ نے فتنے فساد کے محرکات کا مستقل طور پر سدباب کر کے ان اسباب کا تدارک فرمادیا جو اس کا سبب بنتے ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام کا نظامِ اخلاق سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ غصہ وہ بنیادی جڑ ہے جو فساد کے آغاز کا سبب بنتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے غصے کو قابو میں رکھنے والے اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ فرمایا:

"وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"(۹۸)

(وہ لوگ جو اپنے غصہ پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے)

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں واضح کیا گیا ہے کہ غصہ شیطان کے اشتعال کے نتیجے

میں پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا: "اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ" (۹۹) (بے شک شیطان ان کے دلوں میں اشتعال پیدا کرتا ہے) ساتھ ہی فرمادیا گیا کہ "اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا" (۱۰۰) (بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھو) یہ بات قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر واضح کی گئی ہے۔ (۱۰۱) اسی لئے فرمایا "وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانَ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ" (۱۰۲) (جب شیطان تمہارے دلوں میں اشتعال پیدا کرے تو تم اللہ کی پناہ طلب کیا کرو)

نبی کریم ﷺ نے بھی اس کی توضیح فرمائی کہ شیطان اس بات سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ اس کی پوجا کی جائے لیکن یہ لوگوں کو آپس میں بھڑکائے گا۔ (۱۰۳) فرمایا کہ شیطان اپنے کارندوں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بھڑکائیں اور اس کے نزدیک سب سے بڑا وہ کارندہ ہوتا ہے جو لوگوں کو بھڑکاتا ہے۔ (۱۰۴) اس کے کارندے اس کے سامنے اپنی اپنی کارگزاری پیش کرتے ہیں اور جن جن جرائم کا ارتکاب انہوں نے لوگوں کو اکسا کر کروایا ہوتا ہے ان کا ذکر کرتے ہیں لیکن بڑا شیطان سب سے زیادہ خوش بھڑکانے والے کارندے پر ہوتا ہے۔ (۱۰۵) نبی کریم ﷺ نے دشمن کے اس وار کو ناکام بنانے کا حکم فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب" (۱۰۶)

(پہلوان وہ شخص نہیں جو بدلہ لینے میں سخت ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے)

آپ ﷺ سے بہترین نیکی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: "لا تغضب" (۱۰۷) (یعنی غصہ نہ کر" آپ ﷺ نے غصے کا علاج بھی مختلف طریقوں سے بیان فرمایا۔ غصے کی حالت میں نبی کریم ﷺ نے وضو کرنے کا بھی حکم دیا (۱۰۸) اس سے شیطان کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصے کی حالت میں اگر کوئی کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ (۱۰۹) بہت سے جرائم کا فوری محرک فوری اشتعال ہوتا ہے جسے قانون کی زبان میں (Sudden provocatoin) کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت غصے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے اس کے مقابلے میں صبر عفو ودرگزر اور احسان کی تعلیم دی اور لوگوں کو ترغیب دی کہ اگر وہ غصہ کی حالت میں انتقامی کاروائی نہ کریں تو یہ بات اللہ کو بہت پسند آتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر تم زیادتی کا بدلہ لینا چاہو تو لے سکتے ہو لیکن اگر تم معاف کر دو تو یہ باعث اجر ہوگا۔ (۱۱۰) لیکن بدلہ

لینے میں بھی تمھیں اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ جس قدر زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی ہے' بدلہ اسی قدر لیا جائے (۱۱۱) اس سلسلے میں قرآن مجید کا فلسفہ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دینے کی بجائے برائی کو اچھائی اور حسن سلوک سے مٹاؤ۔ اس طریق کار کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا بدترین دشمن بہترین دوست بن جائے گا۔ (۱۱۲) قرآن اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کسی کی زیادتی پر صبر کر جانا اپنے نتیجے کے اعتبار سے بدلہ لینے سے بہتر نتائج پیدا کرے گا (۱۱۳) قرآن یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ اگر تم لوگوں کی غلطیاں معاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری غلطیوں پر بھی پردہ ڈالیں گے۔ (۱۱۴)

غرض قرآن مجید نے کسی بھی طرح کے اشتعال کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اشتعال کا سبب بننے والے کاموں کا سدباب کرتے ہوئے کسی کو گالی دینے کی ممانعت فرمائی (۱۱۵) زبان کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ممنوع قرار دیا۔ (۱۱۶) کسی کو کافر قرار دینے سے روکا۔ (۱۱۷) لعنتی کہنے (۱۱۸) تہمت لگانے (۱۱۹) چغلی کرنے (۱۲۰) کسی کا تمسخر اڑانے (۱۲۱)' دوسروں کو حقیر جاننے' (۱۲۲) بے جا پروپیگنڈا کرنے' (۱۲۳) افواہیں پھیلانے (۱۲۴)' کسی کو نسب کا طعنہ دینے (۱۲۵)' اور دیگر مشتعل کرنیوالی حرکات (۱۲۶) کی شدت سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ حسد بھی اس سلسلے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے' قرآن و سنت میں اسے بھی بہت بڑا اخلاقی مرض قرار دیا گیا۔

ان سب باتوں کا تعلق انسانی اخلاق و کردار سے ہے۔ اسلامی معاشرے کے تمام افراد اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں لیکن اسلامی مملکت بھی اس بات کی پابند ہے کہ وہ لوگوں کی اخلاقی تربیت کا اہتمام کرے۔ وہ ذرائع ابلاغ' نصاب تعلیم اور دیگر ذرائع سے ان پہلوؤں پر لوگوں کا شعور بیدار کرے۔ تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی اہتمام کیا جائے۔ اجتماعی مجالس میں ایسے مواقع فراہم کئے جائیں کہ آپس میں گھل مل کر گفتگو ہو۔ مختلف الخیال لوگوں کو اظہار خیال کا موقع ملے اور رواداری کی تربیت حاصل ہو۔

ظلم وزیادتی: معاشرے میں بدامنی اور فساد' بے چینی کا ایک سبب معاشرتی' معاشی اور سیاسی شعبوں میں ظلم و زیادتی اور حقوق کی پامالی بھی ہے۔ ظالم اپنے اقتدار' معاشرتی برتری' یا معاشی شعبے میں بالادستی کی بنا پر دوسروں کو زیادتی کا نشانہ بناتا ہے۔ ان کا استحصال کرتا ہے تو متاثرہ افراد یا طبقات احتجاج کرتے ہیں۔ اگر احتجاج غیر مؤثر ہو جائے تو وہ ظالم سے خود نمٹنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام اس سلسلے میں معاملات کو جڑ سے

پکڑتا ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ حقوق کی عدم ادائیگی دنیوی اعتبار سے بھی قابل دست اندازی قانون ہے اور آخرت میں بھی قابل مواخذہ جرم قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو مظلوم کی بد دعا سے بچاؤ کیونکہ مظلوم کی آہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی آڑ اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انصر اخاک ظالماً او مظلوماً" (۱۲۷) (اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم)

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ مظلوم بھائی کی تو مدد سمجھ میں آتی ہے' ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کا ہاتھ روکنا اور اسے ظلم سے باز رکھنا اس کی مدد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص ظالم کا ساتھ دے تاکہ ظالم کو مدد حاصل ہو اور اس مدد کرنے والے کو معلوم ہو کہ وہ ظالم ہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا" (۱۲۸)

اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"جن مقاصد کیلئے انبیائے کرام کو دنیا میں مبعوث کیا گیا ان میں سے ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان مظالم کو روکنے اور ان کے تدارک کیلئے تدابیر عمل میں لائیں کیونکہ اگر ظلم وزیادتی کا سدباب نہ کیا جائے تو نظام تمدن میں ابتری واقع ہو جائے" (۱۲۹)

چنانچہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۵ میں انبیائے کرام کی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسَ بِالْقِسْطِ"

(یقیناً ہم نے اپنے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں)

ظلم کے خاتمے کیلئے نبی کریم ﷺ نے معاشرتی' سیاسی اور معاشی شعبوں میں عدل کے قیام کا عملی نقشہ پیش فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انما هلک من کان قبلکم انهم کانوا یقیمون الحد علی الوضیع ویترکون الشریف والذی نفسی بیده لو فاطمة بنت محمد فعلت ذلک لقطعت یدها" (۱۳۰)

(تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہو گئے کہ وہ کم مرتبہ لوگوں پر تو حدیں جاری کرتے تھے لیکن بااثر لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد

بھی اس جرم (چوری) کا ارتکاب کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا)

چنانچہ ماہرین سیاسیات نے بھی عدل کے قیام اور ظلم کے انسداد کو اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد اور سربراہ مملکت کے فرائض میں اہم ترین فرض قرار دیا ہے۔(۱۳۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

"تمہارے درمیان جو شخص کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق دلادوں اور تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق وصول کرلوں" (۱۳۲)

نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کی پالیسی کا بنیادی ستون یہ تھا کہ لوگوں میں سے کسی کو کسی پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی یہ مستقل پالیسی تھی کہ وہ حج کے موقع پر اپنے سرکاری افسروں کے رویے کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی نے کسی پر زیادتی کا ارتکاب کیا ہوتا تو عوام کے سامنے اس سے بدلہ لیا جاتا۔ مصر کے گورنر کے بیٹے نے کسی شخص کو مارا تھا۔ آپؓ نے سر عام اس کا بدلہ دلایا (۱۳۳) اس پالیسی کے اثرات بھی لوگوں نے دیکھے کہ کسی بااثر ترین شخص کو بھی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ کسی ادنیٰ ترین شخص پر ہاتھ اٹھائے۔

استحصال: استحصال بھی امن وامان کو تہہ وبالا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اسلام نے اس کا استیصال بھی کیا ہے۔ اور محض نصیحت کر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اللہ کی ناراضگی اور آخرت کی مسئولیت کا احساس دلانے کے ساتھ ساتھ قانونی تحفظات کے ذریعے استحصال کو روکا گیا ہے۔ استحصال زدہ طبقہ اندر ہی اندر اپنی کمزوریوں اور محرومیوں میں جلتا رہتا ہے۔ استحصال کرنے والوں کے خلاف ان کے دل میں لاوہ پکتا رہتا ہے۔ مغرب میں سرمایہ داری کے تحت غریب کا استحصال ہوا تو کیمونزم کی شکل میں رد عمل ہوا اور اس انقلاب میں لاتعداد انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ استحصال زدہ طبقے جب رد عمل ظاہر کرتے ہیں تو پھر کشت خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ اسلام نے ہر طرح کے استحصال کی راہیں بند کر دیں۔ اگر عورت کا استحصال ہوتا تھا تو اسے تمام معاشرتی 'دینی اور قانونی تحفظات کے ساتھ معاشی 'معاشرتی اور عائلی حقوق عطا کئے۔ (۱۳۴)

اسلام نے معاشی استحصال روکنے کیلئے تمام ذرائع اختیار کئے ہیں۔ اس سلسلے میں معاشی عدل کا عملی نظام دیا۔ سود کا خاتمہ کیا (۱۳۵) ہر اس کاروبار اور لین دین کی ممانعت کر دی جس میں دوسرے کی مجبوری کارفرما ہو۔ (۱۳۶) رشوت کا خاتمہ کر دیا۔ دولت کی عادلانہ گردش کا اہتمام

کیااور ارتکاز دولت کی راہیں مسدود کر دیں۔

اگر حکمرانوں کے آمرانہ رجحانات کی وجہ سے عوام میں بے چینی پیدا ہوتی " تو نبی کریم ﷺ کے دیئے ہوئے نظام سیاست میں ایسا کرنے والے حکمرانوں کو سخت ترین وعیدیں سنائی گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو عوام کی حکمرانی دی گئی اور اس نے ان کی خیر خواہی میں اپنی تمام قوتیں صرف نہ کیں تو وہ حکمران جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا(۱۳۷)

معاشرے کے وہ لوگ جنہیں پسے ہوئے لوگ کہا جاتا ہے ان کی طرف سے بھی ردِ عمل کا خدشہ ہر وقت رہتا ہے۔ غلام ان میں سے ایک ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے حقوق کی اہمیت بھی بیان فرمائی۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے چند لمحے پہلے جن باتوں کی تاکید فرمائی ان میں غلاموں اور عورتوں کے حقوق کی خصوصی نگہداشت بھی ہے۔ (۱۳۸) آپ ﷺ نے معاشرے کے اس طبقے کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی حتیٰ کہ آپ کی دعوت پر اولین طور پر لبیک کہنے والوں میں اسی طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ آپ ﷺ نے غریبوں کو خوشخبری دی کہ یہی دعوتِ دین کے پہلے مؤید بنے اور آخر میں بھی یہی دین کے محافظ بن کر رہیں گے۔ (۱۳۹) اسی صلے میں اللہ ان کو دوسروں کے مقابلے میں پہلے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (۱۴۰) آپ ﷺ نے ان تعلیمات کے ذریعے خونی انقلابات 'بدامنی اور فساد' احتجاج کی سیاست اور لاقانونیت کا سدباب کر دیا۔

آج ہم امن وامان کے قیام اور بدامنی کے انسداد کیلئے لاکھوں خرچ کرتے ہیں۔ حکومتوں کیلئے امن وامان کا مسئلہ سر درد بنا ہوا ہے لیکن اس رسی کا سرا ہے کہ مل نہیں رہا اور امن وامان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس سلسلے میں نبوی حکمت عملی کا عملی مظاہرہ ہم حضرت عمر فاروقؓ کی وسیع و عریض مملکت میں دیکھتے ہیں جو کم و بیش پچیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی اور جس میں عربی و عجمی قومیتیں موجود تھیں جو اپنے آپ کو مزاج کے اعتبار سے ایک دوسرے کا مد مقابل سمجھتی تھیں۔ ان قومیتوں کا مذہبی' ثقافتی اور سماجی پس منظر ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ یہ لوگ ابھی نو مسلم تھے۔ اس طرح کے متصادم رجحانات رکھنے والی وسیع و عریض مملکت میں امن قائم ہوا تو اس کا راز یہی تھا کہ کسی کو کسی پر ظلم و زیادتی کی جرأت نہ تھی اور ریاست لوگوں کے حقوق کی ضامن تھی۔

## فساد کے انسداد کیلئے سزاؤں کا نفاذ

قرآن مجید مختلف جرائم کو فساد اور فتنے سے تعبیر کرتا ہے۔ قتل کی برائی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَاقَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً"(۱۴۱)

(جس نے کسی جان کو بغیر حق (وجہ) کے قتل کیا اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا)

قرآن مجید نے یہ پیرایہ اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ اس کی برائی اور برے اثرات ذہن نشین کرائے جاسکیں۔ اس لئے قرآن مجید نے قتل کی سزا بھی بہت سخت رکھی ہے۔ ہم ذرائع ابلاغ کے ذریعے جانتے ہیں کہ ایک قتل بہت سے قتلوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ خاندانوں کے خاندان ختم ہو جاتے ہیں لیکن انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو پاتی۔ اسلام سے قبل کی زندگی اور آج کے دور میں مذہبی اور قبائلی تعصبات کی بنیاد پر ہونے والے قتل اس کی مثال ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے عمداً کسی کو قتل کرنے کی سخت ترین سزا سنائی ہے:

"وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَاباً عَظِيْماً"(۱۴۲)

(جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس کیلئے ہم نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے)

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۲ میں غلطی سے کسی مومن کو قتل کرنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے اگر دشمن ملک کا مسلمان شہری مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے یا معاہد ملک کا شہری کسی سے قتل ہو جائے تو اس کی سزا بھی مقرر ہے(۱۴۳) قتل کے نتیجے میں ہونے والے فساد اور بدامنی کے انسداد کیلئے قرآن مجید نے اصول دیا ہے کہ جان کے بدلے جان کی سزا میں تمہارے لئے حیات و زندگی ہے:

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ"(۱۴۴)

اسی طرح قرآن حکیم میں حرابہ (رہزنی) کی سزا بھی بہت سخت رکھی ہے۔(۱۴۵) حرابہ میں کچھ لوگ مل کر منصوبہ بنا کر قتل یا ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ مسافروں اور بے گناہوں کو قتل کرنے اور ان کا سامان چھیننے کے علاوہ خوف و حراس پھیلاتے ہیں۔ سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۳۳ میں رہزنی کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ حاکم کا فرض ہے کہ وہ رہزنی کے مکمل استیصال کیلئے پوری جدوجہد کرے اور اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو اس جماعت کے سرغنہ کو قتل کرادے۔ اکثر فقہا کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اگر ڈاکوؤں کی جماعت طاقت پکڑ رہی ہو اور

حکومت بے بس ہو رہی ہو تو اس کے گروہ کو قتل کروا دیا جائے (۱۴۶)۔

معاشرے کو فتنے فساد سے بچانے کیلئے اسلام نے حدود و تعزیرات کا ایک مؤثر نظام دیا ہے۔ اسلامی حدود کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں :

"شریعت نے بعض جرائم پر حدود مقرر کی ہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے اور مسلم معاشرے کا امن و سکون غارت ہو جاتا ہے۔ دوسرے ان جرائم کے بار بار ارتکاب سے نفس انسانی کو ان جرائم کی لت پڑ جاتی ہے۔ پھر اس جرم سے باز رکھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اکثر اوقات بے چارے مظلوم کیلئے یہ ممکن نہیں ہوتا ہے کہ وہ ان مجرموں کے مقابلے میں اپنا تحفظ کر سکے۔ اگر ان جرائم کی روک تھام نہ کی جائے تو پھر یہ جرائم وبا کی طرح پھیل کر پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس طرح کے جرائم کے خاتمے کیلئے محض آخرت کے خوف اور وعظ و تلقین سے کام نہیں چلتا بلکہ اس کیلئے سخت سزاؤں کا نفاذ ضروری ہوتا ہے تاکہ مجرم کا انجام سب کے سامنے ہو جسے دیکھ کر دوسرے لوگ جرم سے باز رہیں" (۱۴۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کی وضاحت زنا کے فعل بد سے کرتے ہیں کہ اس فعل کے نتیجے میں عورت کے خاندان کو سخت رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلے میں کشت و خون ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کی سزا بھی سخت مقرر کی ہے۔ اگر سزا عبرت ناک نہ ہوتی تو اس جرم کو پھیلنے سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔ معاشرے کو فتنے فساد سے بچانے کیلئے اسلامی حدود بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں (۱۴۸) اس سلسلے میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ تمام حدود کے نفاذ سے معاشرے کی حفاظت مقصود ہے کیونکہ یہ اللہ کے حقوق میں سے ہے کہ اجتماعی زندگی کو محفوظ رکھا جائے۔ اسی طرح وہ تمام امور جن میں فقہائے امت نے اللہ تعالیٰ کے حق کو غالب تصور کیا ہے ان میں اشخاص کے انفرادی حقوق کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اجتماعی زندگی کا مفاد پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اشخاص کے انفرادی مفاد کو اس کے تابع قرار دیا جاتا ہے۔ (۱۴۹)

ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ان حدود کے نفاذ میں ان اثرات کا لحاظ رکھا جاتا ہے جو بحیثیت مجموعی مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے کے فعل کی مقدار اور نہ اس شخص کی زیادتی کو جو ایک فرد سے دوسرے فرد پر واقع ہوتی ہے کو بنیاد نہیں بنایا جاتا ہے (۱۵۰)

فقہاء نے یہ اصول متعین کیا ہے جو جرائم کل معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں وہاں

معاشرے کے افراد کا حق اللہ تعالیٰ کے حق میں ضم ہو جاتا ہے۔اس جرم کی نوعیت کے اعتبار سے ہی مجرم کو سزا دی جائے گی۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ کہ اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ بذاتہ سخت نہیں ہیں۔دورِ حاضر میں قید کر دینے کی جو سزا مقرر ہے وہ در حقیقت مجرم کے حق میں ایذاء کا باعث نہیں ہوتی بلکہ اس سزا کے اجراء سے مزید یہ فساد پیدا ہوتا ہے کہ مجرم کے ضمیر میں جرم کی جڑیں مزید گہری ہو جاتی ہیں۔اس کے برعکس اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ مجرم کو جرم سے دور کرنے اور دوسرے لوگوں کیلئے سخت تنبیہہ کا سبب ہو جاتی ہیں۔وہ مجرم کے ذہن پر یہ اثر ڈالتی ہیں۔وہ اپنے دل کو جرم سے پاک وصاف رکھے اور جذبہ جرم کو اس طرح پھاڑ دیتی ہے جس طرح تیز دھار آلہ کسی شے کو پھاڑتا ہے(۱۵۲)

سید محمد متین ھاشمیؒ لکھتے ہیں کہ اسلامی سزائیں بظاہر سخت ہیں لیکن اگر بڑے بڑے جرائم کے منفی اثرات کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ سزائیں اس تناظر میں بالکل فطری دکھائی دیتی ہیں۔اسلام جرائم کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان کے وقوع پذیر ہونے کے اسباب و محرکات کا بھی انسداد کرتا ہے(۱۵۳)

# حوالہ جات


۱۔ سورۃ البقرۃ: ۱۹۱

۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲۱۷

۳۔ مسلم 'امام' الجامع الصحیح' کتاب الایمان' باب الامر بقتال الناس' حدیث: ۱۲٤۔
ابن ماجہ' سنن ابن ماجہ' ابواب الفتن' باب الکف عمن قال لا الہ الا اللہ'
حدیث: ۲۸۔۳۹۲۷

۴۔ ابن کثیر' حافظ' تفسیر القرآن العظیم' سہیل اکیڈمی' لاہور' ج: ۱' ص: ۳۸۹
(ذیل آیت نمبر ۱۰٤' سورۃ آل عمران)

۵۔ سورۃ آل عمران: ۱۰۴

۶۔ سورۃ البقرۃ: ۱۱

۷۔ سورۃ البقرۃ: ۱۴۵

۸۔ سورۃ البقرۃ: ۲۰۴

۹۔ ابن کثیر' حافظ' تفسیر القرآن العظیم' سہیل اکیڈمی' لاہور'

۱۰۔ مسلم' الجامع الصحیح' کتاب البر والصلۃ' باب فی الالد الخصم' ج: ٦' ص ٥٧

۱۱۔ بخاری' صحیح البخاری' کتاب الادب' باب ماقیل ذی الوجھین' ج: ۷' ص: ۸۷۔
مسلم' الجامع الصحیح' کتاب البر والصلۃ' باب ذی الوجھین وتحریم فعلہ' ج: ٦' ص ٢٧

۱۲۔ سورۃ البقرۃ: ۲۰۵

۱۳۔ سورۃ القصص: ۷۷

۱۴۔ سورۃ البقرۃ: ۱۹۰

۱۵۔ سورۃ البقرۃ: ۲۲۰

۱۶۔ سورۃ القصص: ۸۳

۱۷۔ سورۃ القصص: ۷۷

۱۸۔ سورۃ الاعراف: ۵۶

۱۹۔ سورۃ المائدہ: ۱۴

۲۰۔ سورۃ الانعام: ۱۶۰

۲۱۔ سورۃ آل عمران : ۱۰۵

۲۲۔ مسلم'کتاب العلم'باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن'حدیث نمبر۲۶۶۶

۲۳۔ دارمی'

۲۴۔ ابوداؤد'سنن ابی داؤد'کتاب السنۃ'باب النہی عن الجدال فی القرآن'
ج:۷'ص۶'حدیث:۴۴۳۵

۲۵۔ علی المتقی'کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال'ج:۱۱'ص:۱۲۸'
حدیث نمبر۳۰۸۹۱

۲۶۔ ترمذی'جامع الترمذی'ابواب الفتن'باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ'
حدیث نمبر۲۱۶۷'ص:۱۸۶۹(دارالسلام ایڈیشن)

۲۷۔ بخاری'کتاب الفتن'ج:۸'ص:۸۷

۲۸۔ مسلم'کتاب الامارۃ'باب حکم من فرق امراء المسلمین وھومجتمع'
ج:۶'ص۲۲

۲۹۔ مسلم'کتاب الامارۃ'باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عندظھور
الفتن وفی کل حال'ج:۶'ص۲۰

۳۰۔ ایضاً'ص :۲۱

۳۱۔ ایضاً'مسلم'کتاب الامارۃ'باب حکم من فرق امراء المسلمین وھومجتمع'
ج:۶'ص۲۲

۳۲۔ ایضاً'ص :۲۲

۳۳۔ مسلم'کتاب الامارۃ'باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عندظھور
الفتن وفی کل حال' ج:۶'ص۲۰

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ مسلم'کتاب الامارۃ'باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عندظھور
الفتن وفی کل حال' ج:۶'ص۲۰'حدیث نمبر۱۸۴۸۔۱۸۴۹

۳۶۔ بخاری'کتاب الفتن' باب قول النبی ﷺ لاترجعوابعدی کفاراً'ج:۸'
ص:۹۰۔۹۱۔ابن ماجہ'کتاب الفتن'باب لاترجعوابعدی کفاراً
بعضکم رقاب بعض' ج:۲'ص:۱۳۰۰'حدیث نمبر۳۹۴۲۔۳۹۴۵

۳۷۔ ایضاً ج :۲ص :۱۳۰۰ حدیث نمبر ۳۹۴۴

۳۸۔ ایضاً ج :۲ص ۱۳۰۱ حدیث نمبر ۳۹۴۵

۳۹۔ ایضاً ج:۲، باب اذاالتقی المسلمان بسیفهما ج:۲ص:۱۳۱۱

۴۰۔ ابوداؤد کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنة ج:٤ص:٩٩، حدیث نمبر٤٢٦٤ ابن ماجه کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة، ج:٢ص:١٣١٢ حدیث نمبر٣٩٦٨

۴۱۔ ایضاً کتاب الفتن ج :۲ص :۱۳۱۲ حدیث نمبر ۳۹۶۷

۴۲۔ ایضاً کتاب الفتن ج:٤ص:١٣١٢ حدیث نمبر٣٩٦٧ ابوداؤد کتاب الفتن، ج:٤ص:١٠٢ حدیث نمبر٤٢٦٤

۴۳۔ ابوداؤد کتاب الفتن ج :۴ص :۹۹ حدیث نمبر ۴۲۵۶

۴۴۔ ابن ماجه کتاب الفتن باب الثبت فی الفتنة، ج:٢ص:١٣٠١ حدیث نمبر٣٩٦١

۴۵۔ ایضاً ص :۱۳۰۹ حدیث نمبر ۳۹۶۰

۴۶۔ ابوداؤد کتاب الفتن ج :۴ص :۹۶ حدیث نمبر ۴۲۴۶

۴۷۔ ایضاً

۴۷a۔ ابن ماجه کتاب الفتن باب العزلة ج:٢ص١٣١٧ حدیث نمبر٣٩٨٠

۴۸۔ ابوداؤد کتاب الادب باب فی العصبة، ج:٤ص:٣٣٢ حدیث نمبر٥١٢١

۴۹۔ ابوداؤد کتاب الادب باب التفاخر بالاحساب ج:٤ص٣٣١

۵۰۔

۵۱۔ ابن ماجه کتاب الفتن باب العصبة، ج:٤ص:١٣٠٢ حدیث نمبر٣٩٤٨

۵۲۔ ابوداؤد کتاب الادب باب فی العصبه ج:٤ص٣٣١ حدیث نمبر٥١١٩ حدیث نمبر٣٩٤٨ ابن ماجه کتاب الفتن باب العصبة، ج:٢ص:١٣٠٢ حدیث نمبر٥١١٩

۵۳۔ ابن ماجه کتاب الفتن باب العصبة، ج:٢ص:١٣٠٢ حدیث نمبر٣٩٤٩

۵۴۔ ایضاً حدیث نمبر ۳۹۴۸

۵۵۔ مسلم کتاب الامارة باب الامر بلزوم الجماعتة المسلمین عندظهور

اللفتن ج:٦'ص ٢١'ابوداؤد'حدیث نمبر ٥١٢٠

۵۶۔ ابوداؤد'کتاب الادب'باب فی العصبة'ج:٤'ص:٣٣١'حدیث نمبر ٥١١٧

۵۷۔ مسلم'کتاب البروالصلة'باب نصر الاخ ظالماً اومظلوماً'ج:٨'ص:١١٩

۵۸۔ ایضاً

۵۹۔ طبری'تاریخ الامم والملوک'قاهره'ج:٢'ص:٦٨٩

۵۹a۔ بخاری'کتاب التفسیر'(سورۃ المنافقون)'حدیث نمبر ۴۹۰۵'ص ۴۲۰

۶۰۔ ابوداؤد'کتاب الجهاد'باب مایؤمرمن انضمام العسکر'ج:٣'ص:٩٥

۶۱۔ مسند احمد'ج: ۴'ص: ۱۹۴

۶۲۔ ایضاً

۶۳۔ بخاری'کتاب الجهاد'باب مایکره من رفع الصوت فی التکبیر'ج:٤'ص:١٦

۶۴۔ مؤطاامام مالک'کتاب الجهاد'باب النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو'ج:٢'ص:٤٤٨

۶۵۔ ابوداؤد'کتاب الخراج'باب التشدیدفی جبابة الجزیه'ج:٣'ص:٤٣٦

۶۶۔ ایضاً'باب فی التهی عن النهبی'ج:٣'ص ١٥١

۶۶a۔ مسلم'کتاب الامارة'باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عندظهور الفتن'ج:٦'ص:٢١

۶۶b۔ ایضاً

اس کے ساتھ ہی مندرجہ ذیل احادیث بھی اس موضوع کی مزید وضاحت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"سباب المسلم فسوق وقتاله کفر"(مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے)(بخاری'کتاب الادب'باب ماینهی من السباب واللعن'حدیث نمبر٦٠٤٤)اسی طرح آپ ﷺ نے کسی مسلمان بھائی کو فاسق اور کافر کہنے سے بھی منع فرمایا۔اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو ایسا کہنے اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔(بحوالہ بالا'حدیث نمبر ۶۰۴۵)بخاری شریف کے باب ماینهی من السباب واللعن کے اندر ایسی روایات موجود ہیں کہ جن میں لڑائی جھگڑے کی مذمت کی گئی ہے۔اسی باب میں لڑائی جھگڑے کی مذمت میں امام بخاریؒ وہ روایت بھی لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لیلة القدر کی خبر دینے کیلئے نکلے۔راستے میں

دو بندے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ ان کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ سے لیلۃ القدر کی تعیین بھلا دی گئی (حدیث نمبر ۲۰۴۹)(ابن ماجہ کتاب، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، ج:٤، ص:٩٩، حدیث نمبر٤٢٦٤، بخاری، کتاب الفتن، باب من حمل علیناالسلاح فلیس منا، ج:٨، ص:٩٠

۶۷۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، ج:٨، ص:٣٤

۶۸۔ ایضاً، کتاب البر والصلۃ، باب النهی من الاشارة بالسلاح الی مسلم، الجزء الثامن، ص:٣٤، ترمذی، کتاب لفتن، باب ماجاء فی اشارة المسلم الی اخیه بالسلاح، حدیث نمبر٢١٦٢

۶۹۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، باب ماجاء فی اشارة المسلم، حدیث نمبر٢١٦٢، ص١٨٦٩

۷۰۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب النهی عن القتال فی الفتنة، حدیث ٤٢٦٨

۷۱۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب من یاخذالشیئی علی لمزاح، ج:٤، ص:٣٠١، حدیث نمبر٥٠٠٤

۷۲۔ الترغیب والترهیب، ج:٤، ص٢٦٤

۷۳۔ ایضاً

۷۴۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب من یاخذالشیئی علی لمزاح، ج:٤، ص:٣٠١، حدیث نمبر٥٠٠٣

۷۵۔ ایضاً

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ ایضاً

۷۸۔ بخاری، کتاب الفتن، باب من حمل علیناالسلاح فلیس منا، ج:٨، ص:٩٠۔ یہ روایت ابوداؤد کتاب الجهاد، باب فی النبل یدخل به المسجد میں بھی ہے۔ ج:٣، ص:٣١، حدیث نمبر٢٥٨٦

۷۹۔ بخاری، کتاب الفتن، باب من حمل علیناالسلاح، ج:٨، ص٩٠۔ ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی النبل یدخل به المسجد، ج:٣، ص:٣١، حدیث نمبر٢٥٨٧

۸۰۔ ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی النهی ان یتعاطی السیف مسلولا، ج:٣، صفحه٣١، حدیث نمبر٢٥٨٨

۸۱۔ ترمذی' جامع الترمذی' ابواب الفتن' باب ماجاء فی النهی عن تعاطی السیف مسلولا' حدیث نمبر ۱۲٦۳' (دارالسلام ایڈیشن)

۸۲۔ مسلم' کتاب البر والصلة' باب امر من مر بسلاح فی مسجد او سوق اوغیرهامن المواضع الجامعة للناس ان یمسک بنصالها' ج:۸' ص ۳۳

۸۳۔ ایضاً' ج :۸' ص ۳۳

۸۴۔ ایضاً

۸۵۔ بخاری' کتاب الفتن' باب من حمل علینا السلاح فلیس منا' ج:۸' ص:۹۰

۸٦۔ ایضاً' کتاب الفتن' باب اذالتقی المسلمان بسیفهما' حدیث نمبر ۷۰۸۳' ص ۵۹۱ (دارالسلام ایڈیشن)

۸۷۔ ایضاً' کتاب الفتن' باب اذاالتقی المسلمان بسیفهما' ج:۸' ص:۹۲۔

الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اس موضوع پر مزید روایات بھی موجود ہیں۔
مسلم' کتاب الفتن۔ یہاں اس موضوع کی متعدد روایات موجود ہیں ہیں۔

۸۸۔ ولی الدین خطیب تبریزی' مشکوٰۃ المصابیح' باب حفظ اللسان' حدیث نمبر ٤٦١٨

۸۹۔ الحجرات :۹

۹۰۔ ابن الاثیر الجزری' تاریخ الکامل' ج ۲' ص:۱٦

۹۱۔ ایضاً

۹۲۔ مسلم' الجامع الصحیح' کتاب البر والصلة والادب' باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر' حدیث نمبر ٦۵۳۲' ص:۱۱۲٦ (دارالسلام ایڈیشن)

۹۳۔ ایضاً' کتاب البر والصلة باب تحریم الکذب' حدیث:٦٦۳۳

۹۴۔ ابوداؤد' باب اصلاح ذات البین' ج :۴' ص :۲۸۰۔ مسلم' کتاب البر والصلة' باب تحریم الکذب' حدیث نمبر ٦٦۳۳' ص:۱۱۳۳ (دارالسلام ایڈیشن)

۹۵۔ ایضاً' حدیث نمبر ٦٦۳٤' ص:۱۱۳۳ (دارالسلام ایڈیشن)

۹٦۔ مسلم' کتاب البر والصلة' باب تحریم الکذب وبیان مایباح منه' شرح نووی' ج:٦' ص:۲۳۱

۹۷۔ مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الکذب وبیان مایباح منه شرح نووی' ج:٦ ص:٢٣١-٢٣٢ ابو داؤد کتاب الادب' باب اصلاح ذات البین' حدیث نمبر٤٩١٩' ص:١٥٨٤

۹۸۔ سورة آل عمران :۱۳۴

۹۹۔ سورة بنی اسرائیل:٥٣

۱۰۰۔ سورة فاطر :٦

۱۰۱۔ سورة البقرة :۱۶۸۔۲۰۸

۱۰۲۔ سورة الاعراف:٢٠٠' سورة حم السجده:٣٦

۱۰۳۔ مسلم' کتاب صفات المنافقین واحکامهم' باب فتنة الشیطان فی العرب

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ ایضاً

۱۰۶۔ بخاری' کتاب الادب' باب الحذر من الغضب' ج:السابع' ص۹۹' مسلم ' کتاب البر والصلة' باب من یملک نفسه عند الغضب' جلد الثامن' ص:٣٠

۱۰۷۔ بخاری' کتاب الادب' باب الحذر من الغضب' جلد السابع' ص۹۹

۱۰۸۔ ابو داؤد' کتاب الادب' باب مایقال عند الغضب' ج :۴' ص :۲۴۹' حدیث نمبر۴۷۸۴

۱۰۹۔ ایضاً' حدیث نمبر۴۷۸۲

۱۱۰۔ النحل :۱۲۶

۱۱۱۔ النحل:١٢٦ "وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ" اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنا تم پر زیادتی کی گئی) سورة البقره :١٩٤ "مَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ" (پھر اگر کوئی تمہارے اوپر زیادتی کرے تو تم بھی اتنی ہی زیادتی اس پر کرو جتنی تم پر کی گئی)

۱۱۲۔ حم السجده:٣٤ "ادفع بالتی هی احسن فاذاالذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم"

۱۱۳۔ النحل :۱۲۶ "وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ" (اگر بدلہ لینے کی بجائے صبر کرو تو یہ بات صبر کرنے والوں کیلئے انجام کے اعتبار سے بہتر ہوگی)

۱۱۴۔ سورة النور :۲۲ "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ" (کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم لوگوں کو معاف کرو اور) اللہ تمہارے گناہ معاف کردے)

۱۱۵۔ مسلم کتاب البروالصلة باب النهی عن السباب۔ ابوداؤد۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب سباب المسلم فسوق۔۔۔ج:۲،ص:۔۔۔سباب المسلم فسوق وقتاله کفر"(مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے) فرمایا"المستبان ماقالافعلی البادی مالم بعتدالمظلوم "جب دو بندے باہم گالی گلوچ کریں تو دونوں کا گناہ اس پر ہوگا جس نے آغاز کیا جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے)

۱۱۶۔ کتب حدیث میں کتاب الادب اور کتاب البروالصلة کے تحت باب حفظ اللسان میں تفصیلی احادیث موجود ہیں۔

۱۱۷۔

۱۱۸۔ مسلم، کتاب البروالصلة، باب فضل الرفق، لاینبغی لصدیق ان یکون لعاناً (سچے مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی پر لعنت کرے)

۱۱۹۔ سورۃ النور: ۴، ۶، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۳

۱۲۰۔ سورة الحجرات: يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَايَسْخَرْقَوْمٌ، مِنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْراً مِنْهُمْ وَلَاتَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَاتَنَابَزُوْابِالْاَلْقَاب"

۱۲۱۔ ایضاً

۱۲۲۔ ایضاً

۱۲۳۔ سورة النساء: ۱٤۸ "لايحب الله الجهر بالسوء من القول الامن ظلم"

۱۲۴۔ سورۃ النور: ۱۱۔۱۶

۱۲۵۔

۱۲۶۔ سورة الحجرات: ۱۲ 'یایهاالذین امنوا اجتنبواکثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولایغتب بعضکم بعضاً"

۱۲۷۔ مسلم، کتاب البروالصلة، باب نصرالاخ ظالمااومظلوما، جلدالثامن، ص:۱۹

۱۲۸۔ ایضاً

۱۲۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، حصہ دوم، ص: ۶۱۱

۱۳۰۔ مسلم، کتاب الحدود، باب قطع سارق الشریف وغیرہ، ج:۵، ص:۱۱٤، بخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة، ج:۸، ص:۱۶۔

۱۳۱۔ اس سلسلے میں دیکھیں الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۱۰،

۱۳۲۔ حسن ابراہیم'تاریخ الاسلام السیاسی'ص:۲۰۵

۱۳۳۔ حسین ہیکل' عمر فاروق اعظم' حصہ دوم'ص ۲۱۹'عبد الوہاب النجار'الخلفاء الراشدین'ص :۲۲۸

۱۳۴۔ سورۃ البقرۃ: ۲۲۸۔ سورۃ النساء :۱۔۴'۷'۱۱۔۱۲'۱۹'۳۲۔۳۴۔ سورۃ الطلاق :۱۔۳'۵۔۷

۱۳۵۔ مسلم'کتاب البیوع' باب لعن آکل الربوٰ وموکلہ'ج:۵'ص ۵۰'ابوداؤد'
کتاب البیوع'باب فی آکل الربوٰ'ج:۳'ص۶۲۸'سورۃ البقرۃ۲۷۵۔۲۷۹

۱۳۶۔ سورۃ البقرۃ: ۱۸۸'سورۃ النساء: ۲۹۔اس سلسلے میں کتب حدیث کی کتاب البیوع کا
مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۷۔ بخاری'کتاب الاحکام'باب من استرعی' رعیۃفلم ینصح'
حدیث نمبر ۷۱۵۰'ص۵۹۵

۱۳۸۔ ایک دوسری حدیث میں ایسے شخص کیلئے جنت کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔ایضاً'
حدیث نمبر ۵۱۵۱

۱۳۹۔ ترمذی' جامع ترمذی'ص :۳۷۷

۱۴۰۔ ایضاً'ص ۳۴۰

۱۴۱۔ سورۃ المائدہ'۳۲

۱۴۲۔ سورۃ النساء :۹۳

۱۴۳۔ سورۃ البقرۃ :۱۷۹

۱۴۴۔ سورۃ النساء :۹۲

۱۴۵۔ سورۃ المائدہ :۳۳

۱۴۶۔ ابن تیمیہ'السیاسۃ الشریعۃ'ص:۶۹

۱۴۷۔ شاہ ولی اللہ'حجۃ اللہ البالغہ' حصہ دوم'ص ۱۵۸

۱۴۸۔ ایضاً

۱۴۹۔ تنزیل الرحمٰن'جزم وسزا کا اسلامی تصور'ص :۱۲۰

۱۵۰۔ ایضاً

۱۵۱۔ ایضاً'ص :۱۲۰

۱۵۲۔ ایضاً

۱۵۳۔ متین ہاشمی'اسلامی حدود'ص :۱۵